ناول کے پیرائے میں سیرت نگاری کا اسلوب
تجزیاتی مطالعہ

حافظ محمد نعیم
محمد امجد عابد

Abstract:

In the sub-continent, British rule compelled the locals to think and act differently due to its cruel policies and exploiting behavior with the inhabitants of the soul. All the nations, especially Muslims, due to Hindu-British nexus felt highly discriminated in all fields of life. So, the Muslim intellectuals adopted many ways and initiated differentmovements for Muslim renaissance in sub-continent. Revival through literary activities was a great step taken by some Muslim Litterateurs in this regard. The novel was one of the most popular genres of literature, which was adopted to highlight social issues. Through historical novels, efforts were made to awaken the Muslims. In this perspective, the novelisticstyle of Sirah writing was adopted by some writers to promote the teachings of the HolyProphet PBUH and to solve social issues and problems faced by the Muslim society. Maulana Abdul Halim Sharar, Aftab Ahmed Siddiqui sardhanvi, Mihir al-Qidri and Ihsan B.A were among those writers who wrote the life of the Holy Prophet PBUH by adopting the said pattern. Novel writing, after its huge admiration in Europe, was much popular in the sub-continent. Muslim writers were inspired by this style of writing, so they considered this genre of literature much useful to highlight the issues. In this article, an attempt has been made to analyze the novelistic style of Sirah writing.

(۱) ناول نگاری کا تاریخی پس منظر

برصغیر کے سیاسی، سماجی، معاشی اور اخلاقی ڈھانچے پر جیسے ہی مسلمانوں کی گرفت ڈھیلی پڑی تو بیرونی قوتیں (ایسٹ انڈیا کمپنی وغیرہ)، جو کہ پہلے ہی اپنا جال بچھائے بیٹھی تھیں پوری طرح سے متحرک ہوگئیں اور اس کمزوری کا انھوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ان موقع پرست قوتوں نے اپنے سفرتجارت کو مکارانہ سیاست میں تبدیل کیا اور اس خطہ ارض کے حکمران بن بیٹھے۔مسلمانوں و دیگر اقوام کے مفادات و اختلافات، خانہ جنگیوں اور سلطنتوں پر اقتدار و حکمرانی کی ہوس نے ان بیرونی قوتوں کا کام مزید آسان کر دیا اور انھیں اپنا تسلط قائم کرنے کا دانستہ یا غیر دانستہ طور پر بھرپور موقع فراہم کیا اور نتیجتاً خطہ برصغیر ان کے سپرد کر دیا، بیرونی طاقتوں نے برصغیر کی مخلوط معاشرت کو مذہب وملت کے نام پر تقسیم کر کے اپنے اقتدار کو اس شاطرانہ انداز میں قائم ومضبوط کیا کہ یہاں کے بسنے والے لوگ ان کو مسیحا سمجھنے لگے اگرچہ بعض مقامی حکمرانوں نے اپنی خودمختاری اور حکمرانی کو بچانے کی کوشش کی لیکن جب قلعوں کے دروازے اندر سے کھولنے والے موجود ہوں تو پھر بیرونی طاقتوں کے قبضہ وتسلط سے فرار ممکن نہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے یہاں بسنے والی تمام اقوام خصوصاً مسلمانوں کو بری طرح متاثر کیا۔انگریز کی مسلمانوں سے خصوصی مخاصمت اور ہندوؤں اور بیرونی آقاؤں کی سیاسی مفاہمت وگٹھ جوڑ نے مسلم اہل علم ودانش کو مختلف انداز میں سوچنے پہ اکسایا۔سیاسیات، سماجیات، معاشرت، تعلیم، تہذیب، ادب غرض یہ کہ مسلمانوں کے اندر ایک ایسی فکری تحریک نے جنم لیا جس نے مسلمانوں کو بہت کچھ سوچنے اور اپنا لائحہ عمل تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ اصلاح احوال کی تحریکیں اور آوازیں مسلمانوں کے مختلف طبقات سے اٹھنے لگیں البتہ کسی پر جدیدیت اور کسی پر قدامت پرستی کا غلبہ تھا۔کوئی انگریز حکمران سے مفاہمت کا قائل تھا تو کسی کے نزدیک ان سے کلام بھی ناجائز تھا۔ جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) کے بعد ملت وقوم کا درد رکھنے والوں نے اصناف ادب کے ذریعہ مسلمانوں کے اصلاح احوال کی سعی کی۔ چونکہ ادب وزبان کا رشتہ سیاست اور سماج سے بڑا گہرا ہوتا ہے۔ اس لیے ہر عہد کا ادب اپنے وقت کے سماجی اتار چڑھاؤ سے کسی نہ کسی صورت متاثر ضرور ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جنگ آزادی سے ناکامی اور مسلمانوں کی ہر شعبہ زندگی میں پس ماندگی نے ادب کی اصناف کا رنگ ڈھنگ اور اسلوب وپیرہن بدل دیا اور ادب برائے ادب سے نکل کر ادب برائے زندگی کا تصور سامنے آنے لگا۔غالب کے خطوط اور سرسید کی نثر کا انداز بدل گیا۔ طلسمی خیال آرائیوں کی بجائے واقعات نگاری اور طرز تحریر میں پر تکلف اور بناوٹی عبارت آرائی کے بجائے سیاست اور سادگی نے رواج پایا۔تخیل کی بجائے عقل اور مفروضہ کی بجائے موجودہ کا دور دورہ ہوا۔خیالی آسمانوں سے اتر کر زمین پر پیر ٹکنے لگے الہ دین کا چراغ بجھ گیا۔اب بجلی کی روشنی ہے۔الف لیلیٰ کا ہوائی قالین خواب ہوگیا اور اب زمین سے اڑ کر سچ مچ کے ہوائی جہاز پر سفر کرنے لگے۔[۱] ۱۸۵۷ء کے بعد زندگی کے حقائق سے آنکھیں چار کرنے کا حوصلہ عام ہوا تو ادب میں بھی حقائق کو پیش کرنے پر زور دیا گیا ہے اور اس ضرورت کے لیے ناول کا

آغاز ہوا۔[۲] محمد احسن فاروقی سماجی اور اخلاقی اقدار کی تبدیلیوں اور ادب کی تاثر پذیری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں غدر ۱۸۵۷ء بڑی اہمیت رکھتا ہے اس نے سیاسی انقلاب ہی پیدا نہیں کیا بلکہ اس کی وجہ سے سماجی اور اخلاقی قدروں کے معیار میں بھی زلزلہ آ گیا ادب کیونکر نہ متاثر ہوتا ادب کی بنیادیں ہمارے طریق معاشرت یعنی تہذیب ہی میں استوار ہوتی ہیں۔ ہمارا کلچر یا ہماری زندگی ہی تو وہ زمین ہے جس میں نخل ادبیات اگتا اور نشوونما پاتا ہے۔ جب زمین بدل جائے تو آسمان کیونکر نہ بدلے۔''[۳]

یہ حقیقت ہے کہ برصغیر میں ناول یورپ کی تقلید اور پیروی میں اختیار کیا گیا جس طرح یورپ میں اصلاح کی تحریک میں ناول کو بہ طور آلہ استعمال کیا گیا ہندوستان کے مصنفین اور اہل علم کے پیش نظر بھی یہی کلیہ تھا۔ ناول ہندوستان میں بالکل نئی چیز تھی لیکن ادب کی یہ صنف اپنی افادیت، نتیجہ خیزی اور اثر پذیری کی بہ دولت بہت جلد برصغیر میں مقبول ہوگئی اور ہندوستانیوں نے اسے قبول کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ، جیسا کہ بدیسی معاشرت اور اس کی کسی چیز کو اپنانے کے حوالہ سے ان کا عمومی رویہ تھا، کا مظاہرہ نہیں کیا۔

مولانا عبدالحلیم شرر (۱۸۶۰ء-۱۹۲۶ء) معاشرتی اصلاح اور ناول کے باہمی تعلق کے ضمن میں رقم طراز ہیں:

''یورپ میں جو ہر قسم کی اخلاقی، مذہبی اور نیز پولیٹیکل اصلاح کا ذریعہ ناول قرار دیئے گئے۔ تو کوئی بے عقلی کا کام نہیں کیا گیا اور نہ یورپ ایسا بے عقل اور ناعاقبت اندیش ہے کہ کسی فاش غلطی میں مبتلا ہو جائے۔ اصل یہ ہے کہ ناول سے زیادہ کوئی مؤثر پیرایہ کسی مسئلہ یا کسی تہذیب کے ذہن نشین کرنے اور لوگوں کو اس کا پابند بنا دینے کا ہو سکتا ہی نہیں۔ ناول کا اسلوب وہ شکر ہے جو کڑوی دوا کو خوش گوار بنانے کے لیے استعمال کی جا سکتی ہے۔''[۴]

بہر حال یہ ایک نکتہ نظر ہے اس کے برعکس افکار و نظریات کا وجود بھی ملتا ہے جن کو ادب و تنقید اور تاریخ ادب کی کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(II) برصغیر میں ناول نگاری کے اسباب و محرکات اور اغراض و مقاصد

ناول اور زندگی کا تعلق بہت گہرا ہے یہی وجہ ہے کہ ناول کے ذریعے سماجی مسائل، زندگی کی حقیقتوں اور عملی مسائل کو بیان کرنے کا اسلوب اپنایا گیا۔ برصغیر میں بدیسی حکمرانوں کی حاکمیت، روایت و جدت، قدیم و جدید قدروں کی کشمکش اور دیگر بہت سے عوامل تھے جنہوں نے برصغیر میں ناول نگاری کو فروغ دیا۔ ناول کو برصغیر میں ذریعہ اظہار بنانے کے محرکات و مقاصد پر نظر ڈالی جائے تو مندرجہ ذیل اہم نکات اس ضمن میں بیان کیے جا سکتے ہیں۔

(۱)	مسلمانوں کے دینی وفکری اورتہذیبی وتمدنی تصورات کی حفاظت
(۲)	مغرب کی اسلام پرفکری وعملی یلغارکا جواب
(۳)	مغرب کی مادی توانائیوں کے مقابل مشرق کی روحانیت کواجاگرکرنا
(۴)	مسلم عقائدونظریات اورتہذیبی برتری کوثابت کرنا
(۵)	مستشرقین کی غلط بیانی کا جواب دینا
(۶)	۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے اثرات کوزائل کرنا
(۷)	مسلمانوں کے جذبہ افتخارکواکسانے کی کوشش کرنا
(۸)	تذکارعظمت رفتہ سے عروج رفتہ کے حصول پرراغب کرنا
(۹)	عروج واقتدار،شان وشوکت اورشاندار ماضی کے تاریخی بیان سے مسلم معاشرے میں موجوداحساس کم تری کوختم کرنا
(۱۰)	معاشرتی برائیوں اورغلط تصورات کی نفی کرنا
(۱۱)	برصغیر کی مخلوط معاشرت اورسماجی مسائل کاحل پیش کرنا
(۱۲)	زندگی کی تلخ حقیقتوں کامختلف کرداروں کے ذریعہ اظہارکرنا
(۱۳)	جبرواستحصال،تسلط واستبداداورظلم وستم کے خلاف ناول کے اسلوب میں آوازاحتجاج بلندکرنا
(۱۴)	بنیادی انسانی حقوق کے بیان وتشریح اورتحفظ کویقینی بنانا
(۱۵)	بدلتی سماجی اقدار کے مطابق معاشرت کوڈھالنے کی ترغیب دینا
(۱۶)	سائنسی ترقی وایجادات کے زیراثربدلتی سماجی اقدار سے ہم آہنگی پیداکرنے کی کوشش کرنا
(۱۷)	عقل ونقل کے پیمانوں میں توازن پیداکرنے کی ترغیب دینا
(۱۸)	مروجہ ادبی اصناف سخن میں طبع آزمائی کرنا
(۱۹)	متحدہ ہندوستان میں نئے اندازتحریرکی مقبولیت سے مرعوب ہوکرناول نگاری کرنا
(۲۰)	سیاسی،سماجی اورتہذیبی زندگی کی تشکیل نوکی ترغیب اورتاریخ ایسے خشک موضوع کوناول ایسے دلچسپ پیرائے میں بیان کرکے باشندگان برصغیرکی اصلاح کی کوشش کرنا
(۲۱)	ناول نگاری کوبطورپیشہ اختیارکرنا

مندرجہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے برصغیر کے ناول نگارحضرات نے شعوری وغیرشعوری طور پر ناول نگاری کے مختلف اسالیب اختیار کیے۔ برصغیر میں ناول نگاری کی مقبولیت کے نتیجہ میں ناول نگاری کی متنوع اقسام وجود میں آئیں۔[۵] ناول کی اقسام میں سے ایک اہم قسم تاریخی ناول ہے''تاریخی ناول بھی دوقسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن میں کوئی تاریخی واقعہ یا کردارنہیں ہوتا،محض ایک زمانہ کی زندگی، رہن سہن کے طریقے، رسم ورواج،

ذرائع آمدورفت پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔مگر زیادہ تر تاریخی ناولوں میں ایک آدھ تاریخی واقعات یا ایک آدھ تاریخی ہستی ضرورت ہوتی ہے۔اسکاٹ ۶ کے ناولوں میں تاریخی واقعات، تاریخی کرداراور ماحول کی عکس کشی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔''۷ تاریخی ناول نگاری میں پھرایک قسم ایسی ہے جس کا تعلق تاریخ اسلام اور امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کے ساتھ ہے۔تاریخ قبل از اسلام (عہد جاہلیت)،ظہور اسلام،مسلمانوں کا زمانہ عروج،مقدس شخصیات کی سوانح، فاتحین کی فتوحات، امت مسلمہ کی تہذیبی وعلمی عروج کی داستان اور سماجی وثقافتی سرگرمیوں کے حوالہ سے زیادہ پر شکوہ اور معروف زمانہ وغیرہ کو ایسے تاریخی ناولوں میں موضوع بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

(III) ناول کے پیرائے میں سیرت نگاری

برصغیر میں نبی کریمﷺ کی سیرت مبارکہ اور سوانح کے بیان کے لیے نظم ونثر کے تمام اسالیب ومناہج اختیار کیے گئے۔ان مناہج میں خطہ کی معروضی حالت بھی جھلکتی ہے اور مصنفین کے ذاتی رجحانات ومیلانات کا عمل دخل بھی دکھائی دیتا ہے نیز پڑھنے والوں کے ذوق کا لحاظ بھی نظر آتا ہے۔برصغیر کی سیرت نگاری کی تاریخ مرتب کرنے والے حضرات نے سیرت نگاری کا ایک اسلوب ادبی اسلوب بھی قرار دیا ہے۔ڈاکٹر محمود احمد غازی ادبی اسلوب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ادیبانہ اسلوب سے مراد یہ ہے کہ سیرت کے واقعات کو خالص ادبی اسلوب نظم یا نثر میں مرتب کیا جائے۔دراصل جب سیرت کے واقعات مرتب ہوگئے،مستند قرار پاگئے اور لوگوں تک پہنچ گئے تو بعض ادیب حضرات نے ان کو یا تو حکایت کے انداز میں یا نظم میں یا مکالمہ اور کہانی کے انداز میں بیان کیا۔اس کا مقصد یہ تھا کہ عام الناس میں وہ لوگ جو سیرت پر سنجیدہ کتابیں نہیں پڑھنا چاہتے ان کے لیے سیرت کے مواد میں ایسی ادبی چاشنی اور رنگ ۸ پیدا کردیا جائے کہ غیر شخص بھی سیرت کا مطالعہ کرنے پر آمادہ ہوجائے۔'' ۹

ناول کے پیرائے میں سیرت نگاری کا مقصود بھی یہی جذبہ تھا کہ وقائع سیرت میں ادبی رنگ وچاشنی کے ذریعہ اسے مزید توجہ وغور وفکر کا مرکز بنایا جائے اور لوگوں کو اسوۂ حسنہ سے روشناس کرواکے عمل پر آمادہ کیا جائے۔اگرچہ بعض ناقدین نے سیرت نگاری کے اس انداز واسلوب کو مقام نبوت ورسالت اور عظمت پیغمبر ﷺ کے منافی سمجھا اور دیگر مسلم تاریخی شخصیات کے احوال وفتوحات کو داستان (ناول) کے پیرائے میں بیان کرنے کے اجازت تو دی لیکن حضور اکرمﷺ کی ذات مبارکہ کے حوالہ سے اس کو مناسب نہیں سمجھا اور اپنی ناپسندیدگی کی وجوہ بیان کیں جن کا تذکرہ سیرت کے پیرائے میں لکھے گئے ناولوں کے تعارفی جائزہ کے بعد کیا جائے گا۔ذیل میں ایسے ناولوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے جن میں نبی کریم؟ کی زندگی وتعلیمات اور احوال و آثار کو ناول کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔

(i)　جویائے حق۔عبدالحلیم شرر (۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء۔۱۹۲۶ء) ۱۰

اسلامی تاریخی ناول نگاری کے حوالہ سے مولانا عبدالحلیم شرر کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں کہ:

> "His debt to Urdu novel is immense. He is the pioneer of historical novels in Urdu as sir Walter Scott was of English".11

مولانا کے نزدیک معاشرتی، سیاسی یا تہذیبی اصلاح کے لیے سب سے مؤثر ذریعہ ناول ہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ شرر نے اردو میں ناول نگاری کی ایک نئی روش کا آغاز کیا۔شرر نے درحقیقت اردو میں تاریخی ناول لکھنے کی ابتدا کی اور اس روش کو ایک واضح نصب العین کے تحت استعمال کیا جس طرح نذیر احمد (۱۸۳۰ء–۱۹۱۲ء) اپنے ناولوں کے ذریعہ مسلمانوں کے متوسط طبقے کو ابھار کر معاشرتی، اخلاقی اور معاشی نقطۂ نظر سے اس قابل بنانا چاہتے تھے کہ وہ مستقبل کا مقابلہ یقین اور اعتماد کے ساتھ کر سکیں، اسی طرح شرر عظمت ماضی کی داستانیں دہرا کر مسلمانوں کے دل میں وہ جوش اور ولولہ پیدا کرنے کے خواہش مند تھے جو افسردہ دلوں کی رہنمائی کر کے انھیں عمل کے راستے پر گامزن کر سکے اور اس طرح ان کے لیے ایک روشن مستقبل کی راہیں استوار کر سکے۔۱۲

جویائے حق مولانا عبدالحلیم شرر کے ناولوں میں بنیادی اہمیت وحیثیت کا حامل ناول ہے۔۱۳ اور ان کی ناول نگاری کی مقصدیت ونصب العینی کا آئینہ دار بھی۔جویائے حق تین حصوں میں ضخیم ترین ناول ہے۔اس کا پہلا حصہ ۱۹۱۷ء میں، دوسرا حصہ ۱۹۱۹ء جب کہ تیسرا حصہ ۱۹۲۱ء میں ماھنامہ ''دل افروز'' میں قسط وار شائع ہوا۔۱۴

جویائے حق اصل میں ایک ایسے شخص کی کہانی ہے جو حق کی جستجو اور تلاش میں ہر قسم کی صعوبتیں اٹھانے، ہر مشکل کو برداشت کرنے اور ہر قسم کے کرب سے گزرنے کے لیے تیار ہے۔ایک ایسا شخص جو فطرت کی آواز پہ لبیک کہتا ہوا اپنی تخلیق کے مقصد اصلی کو پانا چاہتا ہے جو تلاش حق کے لیے دل کی بے قراری کے ہاتھوں مجبور اور اپنے باپ دادا کے دین سے مایوس ہو کر در در کی خاک چھانتا ہے اور دین حق کی جستجو اور نجات کی تلاش میں غلامی کی ذلت تک برداشت کرتا ہے لیکن بالآخر اپنے مقصد تک پہنچ کر یہ ثابت کرتا ہے کہ اگر انسان کی طلب سچی ہو اور دھن کا پکا ہو تو وہ منزل پا ہی لیتا ہے۔یہ ناول بنیادی طور پر حضرت سلمان فارسیؓ کی تلاش ہدایت اور قبول اسلام کی سچی داستان ہے اور اس کا نام جویائے حق بھی اسی لیے رکھا گیا کہ یہ ایک حق کے جویا کی داستان حقیقی ہے۔لیکن ناول نگار کا کمال یہ ہے کہ سیرت جیسے حساس اور نازک موضوع پہ براہ راست لکھنے کی بجائے حضرت سلمان فارسیؓ کے سوانح کے بیان اور ان کی زبان وقلم سے خطوط کے ذریعہ جناب رسالت مآب ﷺ کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں اس طرح

ایک پہلو سے یہ کتاب حضرت سلمان فارسیؓ کے حالات زندگی پہ مشتمل ہے۱۵؎ اور دوسری طرف حضورﷺ کی سیرت مبارکہ کونہایت عمدگی سے بیان کرتی ہے۔علاوہ ازیں قبل از اسلام اور بعد از ظہور اسلام عربوں کی معاشرتی،ثقافتی اور تمدنی تاریخ کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔۱۶؎ جو قاری کے لیے دلچسپی کے سامان کو بڑھا دیتی ہے۔مولانا حسن مثنیٰ ندوی لکھتے ہیں:

> ''ہم مولانا شرر کی ضخیم کتاب ''جویائے حق'' کونظر انداز نہیں کر سکتے جو اپنی طرز کی نرالی کتاب ہے۔اس میں انھوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کی زندگی اس انداز سے پیش کی ہے کہ ان کی زبان سے سیرت نبوی نہایت مؤثر انداز میں (بطرز ناول) بیان ہوئی ہے اور پڑھنے والا اسے ختم کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔''۱۷؎

ڈاکٹر ممتاز منگلوری لکھتے ہیں کہ:

> ''موضوع کے اعتبار سے اس (ناول) میں تنوع ہے،اسے حضرت سلمان فارسیؓ کی سوانح بھی کہا جا سکتا ہے، خاتم المرسلین حضرت محمدﷺ کی سیرت بھی قرار دیا جا سکتا ہے اور طلوع اسلام کے قبل سے لے کر حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے آغاز تک کی اسلامی تاریخ اور عربوں کی معاشرت کا مرقع بھی کہا جا سکتا ہے۔''۱۸؎

مجوسی گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ ماہ بہ جب کچھ بڑا ہوتا ہے تو آبائی دین کی تعلیمات وعقائد کے برعکس عیسائیت کی تعلیمات اسے اپنی طرف کھینچتی ہیں اور اس وقت وہ عیسائیت کو راہ نجات سمجھ کر ماں باپ کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کو توڑ کر اور قریبی رشتے داروں کو چھوڑ کر ملک شام کی طرف نکل جاتا ہے اور مختلف راہبوں کی ذاتی زندگی اور شخصیت کے ظاہری و باطنی تضاد کا قریب سے مشاہدہ کر کے بالآخر بحیرا راہب کے پاس بصری جا پہنچتا ہے۔بحیرا راہب خود راہ ہدایت کی تلاش اور نئی رسالت کے انتظار میں تھا ایسی رسالت جس کی پیش گوئیاں اس نے تورات اور انجیل میں پڑھ رکھی تھیں اور سفر شام میں آپﷺ کے لڑکپن میں کچھ نشانیاں دیکھ کر آپﷺ کے متوقع پیغمبر ہونے کا اظہار بھی کر چکا تھا۔نیز حضرت ابو طالب کو بچے کی حفاظت اور دشمنوں کی ممکنہ دشمنی سے آگاہ کر چکا تھا۔ بحیرا کی نشان دہی پر ماہ بہ (حضرت سلمانؓ) تلاش حق کی جستجو میں نکل پڑتا ہے۔اس راہ میں مختلف علاقوں کی خاک چھان کر اور ذلت وغلامی کی آزمائش سے گزر کر کسی نہ کسی طرح یثرب پہنچ جاتا ہے اور آپﷺ کے بارے میں بتائی گئی نشانیوں، کہ،۱۔ وہ مکہ چھوڑ کر یثرب جائیں گے۔۲۔ان کی پشت مبارک پر مہر نبوت ہوگی۔ ۳۔وہ ہدیہ قبول کریں گے لیکن صدقہ کی چیز خود نہیں لیں گے،کو ایک ایک کر کے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھتا ہے اور آپﷺ پر ایمان لے آتا ہے۔حضور ﷺ ماہ بہ کا نام سلمان فارسیؓ رکھتے ہیں اور اس ''جویائے حق'' کی داستان جستجو کو خود بھی شوق سے سنتے ہیں اور بہ طور خاص صحابہ کرامؓ کو بلا کر سنواتے ہیں۔پھر آپﷺ حضرت سلمان فارسی

کے آقا کی طرف سے منہ مانگی مکاتبت کی رقم کی ادائیگی اور دیگر شرائط پوری کر کے انھیں آزاد کروا لیتے ہیں۔اس طرح حضرت سلمان نبی کریمﷺ کی خدمت اقدس میں رہنا شروع کر دیتے ہیں۔بحیرا راہب نے جب ماہ بہ کو اپنے سے جدا کیا تھا اور اسے راہ حق کی تلاش میں بھیجا تھا تو اسے یہ کہتے اور وعدہ لیتے ہوئے رخصت کیا تھا کہ

> ''تم کو اگر حق کی سچی جستجو ہے،اس جستجو میں ہر مشکل کا سامنا کرنے کو تیار ہو تو عرب کے اس جنوبی صحرا میں جاؤ،اسے ڈھونڈ نکالو،تمھارے شبہات اسی سے رفع ہوں گے اور وہی تم کو صراط مستقیم کا پتہ دے گا......لیکن جانے سے پہلے مجھ سے اس بات کا اقرار کرتے جاؤ کہ مجھے برابر اپنے حالات لکھتے رہو گے۔'' ۱۹

جو شخص اپنے لگن میں سچا تھا وہ اپنے کیے ہوئے وعدے اور عہد پہ بھی قائم رہا اور مشکلات و مصائب کے باوجود جب بھی اس کو موقع ملتا رہا وہ خطوط کے ذریعہ اپنی حالت اور حالات و واقعات پیغمبرﷺ بحیرا راھب کی طرف لکھتا اور بھیجتا رہا۔یہی خطوط اس ناول کا بنیادی حصہ اور آپﷺ کی سیرت مبارکہ کے بیان کا بنیادی ماٰخذ ہیں۔

قبول اسلام سے قبل ماہ بہ نے جس طرح بحیرا راھب کو اپنے حالات اور پیغمبرﷺ کے حالات سے خطوط کے ذریعہ آگاہ کیا تھا یثرب پہنچ کر قبول اسلام اور سلمان نام پا کر بھی انھوں نے بحیرا راھب سے کیے گئے وعدے کی لاج رکھی اور خطوط کے ذریعے سے برابر نبی کریمﷺ کے حالات سے آگاہ کرتے رہے۔

یہاں سے سلمان فارسی اور استفانوس۲۰ کے درمیان خطوط کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ان خطوط کے ذریعہ رسول اللہﷺ کی ابتداء سے لے کر انتہا تک کے سارے حالات اگر چہ سلمان فارسیؓ استفانوس کو لکھتے ہیں لیکن ان کا انداز اس قدر دل کش ہے کہ قاری ایک مکمل تاریخ کو پڑھتا چلا جاتا ہے۔ان واقعات کے ذریعہ مکہ مدینہ کے بارے میں سارے تاریخی حالات کا پتہ چلتا ہے کہ کس کس طرح سے رسولﷺ نے دین کی بنیاد ڈالی۔مٹھی بھر لوگوں کے ساتھ اسلام کو پھیلایا۔لوگوں کو صداقت و ایمان کی روشنی دکھائی۔لیکن جاہل عرب اس روشنی کو تاریکی سمجھتے تھے۔رسول کے نبوت کے اعلان کو کھلی دشمنی سمجھنے لگے اور کس طرح ان کو اذیتیں پہنچائیں، قبیلے والوں سے جھگڑا مول لیا،سارے اہل عرب سے دشمنی مول لی،بے شمار جنگیں لڑیں،دانت شہید ہوئے، بے شمار وفادار میدان جنگ میں جام شہادت پی گئے۔یہ سب ایمان افروز واقعات محض خطوط کی شکل میں پیش کیے گئے ہیں۔۲۱ تمام غزوات کے تفصیلی حالات بذریعہ خطوط بھی ناول نگار نے بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں اور منظر کشی کے بیان میں دلچسپ اسلوب اختیار کیا ہے۔یہ ناول محض رسول اللہﷺ کے وصال پہ اختتام پذیر نہیں ہوتا بلکہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے آغاز تک واقعات کو سمیٹے ہوئے ہے۔

ناول نگار کی عربوں کی مذہبی،سماجی،سیاسی،ثقافتی اور جغرافیائی تاریخ سے واقفیت تاریخ سے دلچسپی اور وسعت معلومات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔عیسائیت میں ظہور پذیر ہونے والے فرقے،یہودیوں کے فرقے،متعصب

یہودیوں کی عیسائیت کے ساتھ دشمنی اور دونوں کی طرف سے ناموس الٰہی/ پیغمبر الٰہی کا انکار اور شمع نبوت کو گل کرنے کی تمام تر سعی و کوشش کا تذکرہ بھی ناول کا حصہ ہے۔ ماہ بہ سے سلمان فارسیؓ تک کا سفر ایک ایسے شخص کی داستان حیات ہے جو صبر و رضا کا پیکر، دل دادۂ حق، جرأت و بہادری کا استعارہ اور امید و رجاء کا روشن منارہ ہے یہ حقیقی کردار یہ ثابت کرتا ہے کہ اگر سچی لگن، پامردی، مستقل مزاجی، استقلال اور صدق دل سے کسی امر کا تہیہ کیا جائے تو زندگی میں کچھ ناممکن نہیں۔ مسافر کی تڑپ سچی ہو تو منزل پا ہی لیتا ہے۔

اگر چہ عبدالحلیم شرر نے سیرت مبارکہ کو ایک ناول کے انداز میں لکھا ہے لیکن اس میں بیان کردہ احوال ذات پیغمبرﷺ کسی طرح سے بھی کسی روایتی اور باقاعدہ کتاب سیرت سے کم اہم نہیں بلکہ بعض ایسی نادر معلومات بھی ناول کا حصہ ہیں جن سے بہت سی روایتی کتب سیرت بھی خالی ہیں۔ وقائع سیرت کی استنادی حیثیت کا بھی شرر نے بہت خیال رکھا ہے۔ البتہ اس ناول میں بیان کردہ وقائع سیرت سے اختلاف کی اتنی گنجائش ضرور موجود ہے جو دیگر کتب سیرت میں بھی پائی جاتی ہے۔ شرر نے پورا لحاظ رکھا ہے کہ کم از کم اس ناول میں تاریخی صداقتوں سے کسی طور انحراف نہ کیا جائے۔ ۲۲

جویائے حق پر بہت سے ناقدین نے نقد کیا اور شرر کی علمیت اور مذہبی بصیرت کے اعتراف کے ساتھ ساتھ فنی اعتبار سے اس ناول کو ناول کی بجائے تاریخ کی کتاب قرار دیا۔ ۲۳ ڈاکٹر علی احمد فاطمی لکھتے ہیں:

> ''جویائے حق ان کا بہت اچھا، بہت معیاری ناول ہو سکتا تھا اگر شرر تمام تاریخی مواد کو سمیٹتے ہوئے تاریخی ناول کے فن کا پورا پورا خیال رکھتے ہوئے ان تمام واقعات کو فن کے سانچے میں ڈھال دیتے۔ لیکن موضوع کی نزاکت اور اس موضوع پر ان کی تاریخی علمیت کی فراوانی نے اس ناول میں علم کا دریا تو بہا دیا لیکن وہ اچھا ناول نہ بن سکا۔ مقدس مذہبی شخصیات و موضوعات کو ناول جیسی دلکش اور نازک صنف میں پیوست کرنا باریک امر ہوتا ہے جس میں ناول نگار عام طور پر جذباتی ہو جاتا ہے کیونکہ قدم قدم پر ادب واحترام کی دیواریں کھڑی رہتی ہیں۔'' ۲۴

عبدالحلیم شرر کے بارے میں عمومی تاثر یہ ہے کہ انھوں نے عوامی مزاج کو مدنظر رکھ کر مقبول ناول لکھنے کی کوشش کی اور اس کے لیے انھوں نے قاری کے مزاج اور اس کی ضروریات کو مدنظر رکھا اور اپنے ہر ناول میں حسن و عشق کا تڑکا لگانے کی کوشش کی۔ کیونکہ ان کے نزدیک ناول کی کامیابی اور قاری کے مزاج کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے لیکن جویائے حق واحد مثال ہے جس میں انھوں نے ایسا کوئی اسلوب اختیار نہیں کیا اور پھر اس طرز کے ناول میں ایسا اسلوب اختیار کرنے کی گنجائش تھی بھی نہیں کیونکہ اس ناول کا بنیادی موضوع ذات مبارکہﷺ تھی۔ ۲۵

مجموعی طور پہ جویائے حق ایک دلچسپ اور حقائق پرمبنی ناول ہے۔ مصنف کے زور قلم، قوت بیان اور مشرق و مغرب کے اسلوب کی بہ یک وقت رعایت نے قاری کے لیے اسے مزید دلچسپ بنا دیا ہے جس بات کو معمولی

پیرائے میں بیان کیا جا سکتا ہے شرر کچھ ایسے الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ واقعہ یا بات کی دل کشی میں دوچند وسہ چند اضافہ ہو جاتا ہے۔شرر کی ذات میں ایک اچھا سوانح نگار اور عمدہ ناول نگار بہ یک وقت موجود تھے۔یہ پہلو جو یائے حق میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔۲۶

(ii) آفتاب عالم۔مولانا صادق حسین سردھنوی

شرر لکھنوی کے بعد آزادیٔ ہند یا تقسیم ملک سے پہلے اردو میں تاریخی ناول بہت لکھے گئے۔لیکن ترقی پسند تحریک کے بعد تاریخی ناول نگاری صفر کی حیثیت رکھتی ہے۔البتہ مولانا صادق حسین سردھنوی بڑی توجہ اور دلچسپی سے اردو میں تاریخی ناول لکھتے رہے بلکہ ان کی زندگی کا مقصد ہی تاریخی ناول نگاری تھا۔اردو میں تاریخی ناول نگاری کے موجد اگر چہ شرر لکھنوی تھے مگر انھیں دیگر اصناف ادب سے بھی دلچسپی تھی تاریخی ناول ان کے ادبی سفر کا ایک موڑ تھا اور ایک مخصوص نظریہ کے تحت ناول لکھے۔لیکن مولانا صادق حسین سردھنوی صرف تاریخی ناول نگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔۲۷ انھوں نے تاریخی ناول نگاری کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا اور ساری زندگی تاریخی ناول ہی لکھا۔مولانا نے تقریباً ایک سو (۱۰۰) کے قریب تاریخی ناول لکھے۔۲۸ ان کے قلم نے یقیناً تاریخی ناولوں میں زبردست اضافہ کیا ہے۔صاف اور شگفتہ انداز بیان ہونے کی وجہ سے قارئین ان کے ناولوں کو دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔۲۹ مولانا اپنی تاریخی ناول نگاری کے محرک واسباب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

> ''میں نے اسلامی تاریخی ناولوں کا سلسلہ اس لیے شروع کیا تھا کہ فرزند اسلام آباؤ اجداد کے جن کارناموں کو بھول گئے ہیں ان سے واقف ہو جائیں کہ جس پستی میں ہم آج ہیں مسلمان ایسی حالت میں کبھی نہ رہے انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ ان شیروں کی اولاد ہیں جنہوں نے دنیا کو ہلا دیا تھا۔''۳۰

مولانا کے ہاں اسلامی ناولوں کے ذریعہ مسلمانوں کے عقائد باطلہ اور دیگر مذاہب کے عقائد کی کمزوریاں بھی واضح کی گئی ہیں۔ان کا ناول ''سلطان فیروز شاہ تغلق''اس اسلوب کی واضح مثال ہے۔۳۱

دفاعِ اسلام،عظمت رفتہ کے تذکار اور اسلاف کے کارناموں کے تذکرہ کے ذریعہ انھوں نے ضمیر مسلم کو بیدار کرنے اور عظمت رفتہ کو دوبارہ پانے کی جدوجہد پر مسلم نوجوان کو ابھارنے کی کوشش کی۔ان کے ناولوں کے مقدمات اور ناولوں کے اسلوب بیان سے امت مسلمہ کے لیے درد ٹپکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ موصوف بعض مقامات پہ ناول نگار کم اور واعظ زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔آفتاب عالم مولانا صادق حسین سردھنوی کی ایک ایسی تحریر ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے حالات زندگی کو ناول کے انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔مقالہ نگار کے زیر مطالعہ نسخہ لکھنو سے مطبوعہ (۱۹۸۱ء) ہے۔ناول کے چار حصے ہیں۔پہلا حصہ ا۔۱۲۷صفحات،۱۱۹ابواب اور ہجرت حبشہ تک کے واقعات سیرت پر مشتمل ہے۔حصہ دوم ۱۲۸۔۳۰۴ صفحات،پچیس ابواب اور سراقہ بن مالک بن جعشم کے سفر ہجرت میں

تعاقب حضرت ابوبکر صدیق و نبی کریمﷺ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ جب کہ حصہ سوم بیس ابواب پر مشتمل ہے۔اور ۳۰۵صفحہ سے ۴۸۷صفحہ تک پھیلا ہوا ہے۔اور سفر ہجرت سے غزوۂ بنونضیر سے قبل تک وقائع سیرت کا احاطہ کرتا ہے۔ چوتھا اور آخری حصہ غزوۂ بنونضیر سے فتح مکہ تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔اس باب میں انیس ابواب ہیں اور ۴۸۸ سے ۶۷۴ صفحات تک پھیلا ہوا ہے۔اگر چہ آفتاب عالم کے سرورق پر یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ''تاریخ کے یہ زریں صفحات ناول کے پیرائے میں لکھے گئے ہیں تاکہ پڑھنے والے دلچسپی سے اس کا مطالعہ کرسکیں۔''۳۲ لیکن درحقیقت اس کتاب یا ان صفحات میں کوئی ایسی تکنیک یا اسلوب نہیں پایا جاتا جس کی بنیاد پر اس کو ناول قرار دیا جائے۔اگر مذکورہ جملہ کتاب کے سرورق پر مرقوم نہ ہوتا تو کسی طور پر اس کتاب کو تاریخ یا سیرت کی کتاب سے زیادہ کچھ نہ سمجھا جاتا یعنی ناول کا اطلاق تو اس پر کسی طور نہ کیا جاتا۔

ناول کا آغاز ۶۱۱ء یا سنہ نبوت سے پہلے ایک دلچسپ صورت حال سے ہوتا ہے جب قریش کے تمام قبائل یوم عید کے موقع پر اکٹھے تھے کہ اچانک تیز ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔آسمان پر سرخی چھا جاتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان کا رنگ سرخ سیاہی میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ بیت الحرام میں اس وقت سکوت مرگ طاری تھا۔ پھر ہوائے تند کے جھونکے کم ہوتے گئے، اندھیرا چھٹتے چھٹتے اجالا ہوگیا، ہوا کم ہوگئی، گرد وغبار چھٹ گیا اسی اثناء میں انھوں نے مغرب کی طرف ایک عجیب قسم کی روشنی اور چمک دیکھی۔ان کی حیرانی کو دیکھ کر ایک بوڑھے کاہن ابرش، جسے غیب دانی کا دعویٰ تھا، نے انھیں بتایا کہ ''اے لات وہبل کے پوجنے والو! شاید تم کو یاد ہوگا کہ آج سے چالیس سال قبل اسی طرح کی روشنی اور اسی طرح کی چمک ایک مرتبہ پہلے بھی دیکھی جاچکی ہے۔''۳۳ اس روز تم نے مجھ سے پوچھا تھا لیکن میں نے جان بوجھ کر اس کی حقیقت نہیں بتائی تھی کیوں کہ میرے علم نے جو بات اس روز مجھے بتائی تھی وہ میں بیان نہیں کرسکتا تھا اور آج میں بغیر دریافت کیے خود ہی بیان کرتا ہوں۔''اے عرب کے مایہ ناز فرزندو! اس کھوپڑی کی طرف دیکھو۔۳۴ اس کھوپڑی نے مجھے آئندہ کے واقعات بتادیے ہیں۔دنیا کروٹ لینے والی ہے۔ایک انقلاب عظیم رونما ہونے والا ہے۔۳۵ ہمارے معبودوں کی اہانت ہونے والی ہے۔غیور عربو کیا تم اپنے خداؤں کی تذلیل گوارا کروگے؟''۳۶

یہاں ابرش کاہن کھوپڑی گھما کر ان کو بتاتا ہے کہ اس انسان کا نام ''محمد'' ہے جو تمھارے بتوں کی تذلیل کرے گا اگر تم معبودوں کو خوش کرلو تو جو فتنہ (یعنی تمھارے معبودوں کی اہانت وذلت) پیدا ہونے والا ہے وہ دب جائے گا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ کھوپڑی کے مطابق تم کو معبودوں کے سامنے ایک دس سالہ لڑکی کی قربانی پیش کرنا ہوگی۔ یہاں مصنف ایک لڑکی کی قربانی کا واقعہ بیان کرتا ہے اور عربوں میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم بد کا تذکرہ کرتا ہے۔

اس ناول میں سیرت کے واقعات بڑی حد تک مستند کتب سیرت وتاریخ سے روایتی سیرتی ترتیب کے مختلف ابواب کے تحت بیان کیے گئے ہیں۔ بہت سے وقائع سیرت اور ان کی استنادی حیثیت کے حوالہ سے کچھ

سولات بھی اٹھائے جا سکتے ہیں۔مولانا کے طرز تحریر میں ایک خاص قسم کی شگفتگی جھلکتی ہے جو ان کے ناول کو غیر دلچسپ ہونے سے بچاتی ہے البتہ کردار نگاری اور مکالمہ نویسی ان کے بس کی بات نہیں ماحول اور منظر کشی کے حوالہ سے ان کے تمام ناول ایک جیسے ہیں۔مولانا جب چاہتے ہیں میدانوں میں پہاڑیاں کھڑی کر دیتے اور ریگستانوں میں چشمے بہا دیتے ہیں۔ے۳ ڈاکٹر نزہت سمیع الزماں ان کی ناول نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں۔

''مولانا اپنے ناولوں کے لیے تاریخ اسلام کے کچھ خاص دور منتخب کرتے ہیں پھر ان ادوار کی جنگوں اور اپنی پسند کے واقعات کے سہارے ناولوں کے ڈھانچے کھڑے کر دیتے ہیں۔اس کے بعد ان میں ہلکا ہلکا رومان پرو دیتے ہیں اور ان کے ناول تیار ہو جاتے ہیں۔ان ادوار کی حقیقت پسند اور تصویر کشی کے نہ وہ اہل ہیں نہ اس کی کوشش کرتے ہیں۔''۳۸

ڈاکٹر صاحبہ کا مولانا صادق حسین کی ناول نگاری پہ مذکورہ تبصرہ سو فیصد درست ہے موصوف نے یہی ستم آفتاب عالم میں بھی ڈھایا ہے اور نبی کریمﷺ کی سیرت سے متعلق ہونے کے باوجود بھی اس ناول میں ایک لڑکی جمیلہ کے ذریعہ رومان کا تڑکا لگانے کی کوشش کی ہے۔یہ وہی لڑکی ہے جس کو بتوں کی تذلیل واہانت سے بچنے کے لیے قربانی کے طور پر دفن کیا گیا تھا لیکن اس کی ماں کی ماماتا نے اسے دفن ہونے کے باوجود کسی طرح بچا لیا اور بنو بکر کے حارثہ نامی شخص نے اس کی ماں کو اپنی منہ بولی بہن اور اس لڑکی جمیلہ کو اپنی بیٹی بنا لیا پھر یہی جمیلہ ایک خوبصورت دوشیزہ کی صورت میں جوان ہوتی ہے جسے بنو قحطان کے لوگ بنو بکر کی دیگر خواتین سمیت اغوا کر لیتے ہیں۔پورے عرب میں موصوفہ کے حسن و جمال کا تذکرہ وشہرت کا بیان ناول میں بڑے اہتمام سے کیا گیا ہے اور ہر ایک مرد عرب کو اس حسین پری کی اداؤں کا اسیر و دیوانہ دکھایا گیا ہے۔بالآخر تعاقب کرتے ہوئے حارثہ بنو قحطان تک پہنچ جاتا ہے اور اپنے قبیلے (بنو بکر) پر حملہ کا انتقام لیتا ہے اور جمیلہ و دیگر خواتین کو بنی قحطان کی قید سے آزاد بھی کروالیتا ہے۔جمیلہ سے متعلق واقعات ناول کے چاروں حصوں میں وقائع سیرت کے پہلو بہ پہلو مختلف ابواب کی صورت میں بیان کیے گئے ہیں۔وقائع سیرت پڑھتے پڑھتے اچانک قاری کی نظروں کا سامنا تذکرۂ جمیلہ سے ہوتا ہے اور پڑھنے والا ایک خاص قسم کی کیفیت سے دوسری خاص قسم کی کیفیت میں چلا جاتا ہے جن میں باہم تضاد ہے۔جمیلہ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے ناول نگار کا اسلوب ملاحظہ کیجیے:

''جمیلہ حارثہ کی آغوش میں آپڑی یہ وہی جمیلہ تھی جسے بنی قحطان کے افراد اس وقت اٹھالائے تھے جب وہ عہد اوائل سے گزر کر زمانہ شباب میں قدم رکھنے والی تھی لیکن اب......اب وہ مست شباب ہوگئی تھی۔اب جمیلہ وہ بچپن کی جمیلہ نہ تھی بلکہ وہ شباب کی گہرائیوں میں آغوش حسن میں اکھڑ پنے میں جھولنے والی جمیلہ تھی۔عالم جوانی نے اس کے حسن دل افروز کو چار چاند لگا دیے تھے وہ لڑکپن میں خوبصورت تھی جوانی نے بے نظیر حسینہ بنا دیا تھا اس کا گدرایا ہوا جسم، گداز سینہ،

سڈول اعضا جاذب نظر بن گئے تھے۔ اس کا چہرہ شعاع حسن سے جگمگا رہا تھا۔'' ۳۹

مندرجہ بالا پیراگراف اس قابل تو نہیں کہ سیرت نگاری سے متعلق موضوع میں اس کا ذکر بھی کیا جائے لیکن طوعاً و کرہاً اس لیے بیان کر دیا تا کہ ناول نگار کی لاپرواہی اور عدم حساسیت کو سامنے لایا جائے کہ موصوف بالکل بھول گئے کہ وہ، اگر چہ ناول لکھ رہے ہیں لیکن پھر بھی اس ناول کا تعلق ذات رسالت مآب ﷺ سے ہے، ناول ہونے کے باوجود اس کی تکنیک اور انداز روایتی تاریخی ناول سے مختلف ہونا چاہیے تھا لیکن بد قسمتی سے ناول نگار نے اس خاص پہلو کا زیادہ لحاظ نہیں رکھا۔ سید وقار عظیم نے تاریخی ناول میں ایسے اسلوب کو ''سستی قسم کی رومانی فضا'' سے تعبیر کیا ہے جو کسی بھی ناول نگار کی ادبی حیثیت کو کم کر دیتی ہے۔ ۴۰ سلام سندیلوی نے مولانا کی ناول نگاری پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ مولانا کے قلم نے اردو ناولوں میں زبردست اضافہ کیا ہے ان کا انداز بیان صاف اور شگفتہ ہے یہی وجہ ہے کہ قارئین ان کے ناول دل چسپی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اس تبصرہ پر ڈاکٹر نزہت سمیع الزماں نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

> ''زبردست اضافہ سے مطلب اگر ناولوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہے تو اس سے کس کو اختلاف ہوسکتا ہے۔ یہ بات بھی صحیح ہے کہ مولانا کا انداز صاف اور شگفتہ ہے اور قارئین (ایک قسم کے قارئین) ان کو دلچسپی سے پڑھتے ہیں اور ہمیشہ پڑھیں گے مگر بحیثیت تاریخی ناول ادب میں ان ناولوں کا کوئی مقام نہیں۔'' ۴۱

مذکورہ بالا تبصرہ بہت مناسب، جامع اور موصوف کی ناول نگاری کا حقیقی و درست تجزیہ ہے ا؟ فتاب عالم کا مطالعہ اس تبصرہ کو تقویت بخشتا ہے۔ اس ناول کو کسی طور پر بھی ادب سیرت میں ایک اچھا اضافہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن بہرحال مصنف کے اخلاص اور حسن نیت پہ شک کرنے کا حق بھی ہمیں کسی طور نہیں پہنچتا۔

(iii) در یتیم۔ ماہر القادری (۱۹۰۷ء۔۱۹۷۸ء)

مولانا ماہر القادری ایک جامع صفات انسان تھے۔ شاعر، ادیب، نثر نگار، انشاء پرداز، نقاد، صحافی، عالم دین، ناول نگار ہر حیثیت سے ممتاز و نمایاں اور آسمان علم و ادب کا چمکتا ستارہ تھے۔ ۴۲ دین کا قابل رشک جذبہ ان کی نعت گوئی اور دیگر دینی تحریروں سے جھلکتا ہے۔ موصوف کا شہرۂ آفاق سلام ۴۳ ذات رسالت مآب ﷺ سے ان کی عقیدت و محبت کا آئینہ دار اور منہ بولتا ثبوت ہے۔ در یتیم نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ اور احوال مقدسہ کے حوالہ سے ماہر القادری کا ایک ایسا شاہ کار ہے جس کے حرف حرف سے عشق و محبت کی بوندیں ٹپک رہی ہیں۔ اگر چہ مصنف نے خود ''گزارش'' کے تحت اپنی اس تحریر کو ناول قرار دیا ہے اور اقرار کیا ہے کہ ناولوں اور افسانوں کی بنیاد خود تراشیدہ خاکے ہوتے ہیں جن میں انشا پرداز کا تخیل رنگ بھرتا ہے۔ ۴۴ لیکن ساتھ ساتھ اس بات کی بھی وضاحت

کر دی ہے کہ دریتیم ناول ہونے کے باوجود(کیوں کہ اس کا تعلق ذات محمدﷺ ہے)اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملے گا جو اس زبان حق ترجمان سے نہ ادا ہوا ہو اور اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہو۔۴۵ البتہ مولانا نے اعتراف کیا ہے کہ بعض کیفیات اور تفصیلات ایسی ہیں جو زبان حال سے ضرور بیان ہوئی ہیں لکھتے ہیں:

''مثلاً روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ جب میرے دس بیٹے ہو جائیں گے تو ایک بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کروں گا۔اس منت کے پورا کرنے کا انھوں نے ارادہ کیا تو عبداللہ کے ننہال والوں نے مزاحمت کی۔اس سلسلہ میں جو مکالمہ درج ہے اور واقعہ کی جو تفصیل پیش کی گئی ہے وہ تخیلی ہے یعنی اس تاریخی شہادت کو میں نے افسانوی طرز پر پھیلا دیا ہے کہ اس سلسلہ میں یہ واقعات نفسیاتی طور پر پیش آنے چاہییں بلکہ پیش آئے ہوں گے اور اس انداز کی بات چیت ہوئی ہوگی۔اسی طرح دودھ پلانے والیوں کا مکالمہ،حلیمہ سعدیہؓ کی گفتگو اور ان کے سفر کے واقعات بھی ''زبان حال'' سے ادا ہوئے اس ''زبان حال'' کی بنیاد تاریخی روایتیں ہیں مگر تفصیل میرے تخیل نے پیدا کی ہے۔اس انداز کی تفصیلات سے گریز کرتا تو پھر یہ ناول خالص تاریخی کتاب بن کر رہ جاتا۔''۴۶

ناول نگار نے اعتراف کیا ہے کہ افسانہ اور ناول کا طرز قائم رکھتے ہوئے احتیاط برتی گئی ہے مصنف نے اپنے اس ناول کو اپنے لیے ذخیرہ عقبیٰ،توشۂ آخرت قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ ''نہ جانے کتنی بار خود ہی لکھتے لکھتے بے اختیار رویا ہوں۔یہی آنسو میری زندگی کا سرمایہ اور میری خوشیوں کی گراں قدر متاع ہے۔دریتیم کی غایت نگارش تفریح طبع نہیں توفیق عمل ہے۔''۴۷

مصنف نے جن جذبات کا اظہار ''گزارش'' کے تحت کیا ہے ان کی عملی صورت اور سچائی ہمیں ناول کے آغاز سے اختتام تک نظر آتی ہے۔ناول کا آغاز ''قربانی کی صبح'' کے عنوان سے ہوتا ہے جس میں مکہ کی صبح کاذب کی تصویر کشی کے بعد ایک باوقار شخص،عبدالمطلب ، کی پریشانی،فکر مندی،اردگرد سے بے نیازی،خیالات وعمل میں تذبذب کی کیفیت اور اس کیفیت سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو عمدگی سے بیان کیا گیا ہے اور عبدالمطلب کا بیان ''عبداللہ کہاں ہے اسے بلاؤ،کعبہ کی دیوار کے سایہ میں آج اسے قربان کر کے اپنی منت پوری کروں گا''۴۸ قارئین کے لیے حیرت،دلچسپی اور عبداللہ کے لیے ہمدردی کے جذبات کو ابھارتا ہے۔مجموعی طور پر ناول میں سیرت کے تمام واقعات کو روایتی ترتیب سے بیان کیا گیا۔تقریباً ساٹھ(۶۰) مختلف عنوانات کے تحت پیغمبرﷺ کی سیرت مبارکہ کے اہم واقعات کو مصنف نے ذوق وشوق اور عقیدت ومحبت کے ساتھ ایک مقصدیت کے تحت بیان کیا ہے۔نبی کریمﷺ کی شخصیت پر ناول کے انداز میں کچھ تحریر کرنا انتہائی نازک اور حساس معاملہ ہے لیکن مصنف نے ہنرمندی اور ادب کے ساتھ حساسیت کے اس دریا کو پار کیا ہے اور سیرت مبارکہ کے تمام احوال کو

بیان کیا ہے نیز تخیل کی پرواز کے انتہائی احتیاط کے ساتھ استعمال سے وقائع سیرت کے بیان میں ایک عجیب چاشنی اور حسن پیدا ہو گیا ہے۔ڈاکٹر انور محمود خالد اس ناول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دریتیم'' ناول کے انداز میں لکھی ہوئی سیرت کی کتاب ہے، تاہم اس میں تخیل کی لاپرواڑان سے پرہیز کیا گیا ہے۔۴۹؎ یہی وجہ ہے کہ طالب ہاشمی نے دریتیم کو پاکیزگی فکر اور وضع احتیاط کی وجہ سے سدابہار پھولوں کا ایک گلدستہ قرار دیا گیا ہے۔۵۰؎ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کو ماہرالقادری کے در یتیم میں تاریخ کے اہم ترین دور کی ایسی تصویر نظر آتی ہے جس کے کردار ہم سے دور ہوتے ہوئے بھی ہماری شہ رگ کے آس پاس ہی موجود ہیں۔۵۱؎ عبدالغنی فاروق نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''واقعات سیرت کی ترتیب تاریخ کی روشنی میں درست نہیں بعض مقامات پر خلاف قیاس باتیں بھی لکھی گئی ہیں اور کسی حد تک مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہے نیز بعض مکالمات اور تاریخی گفتگو میں تشنگی کا احساس پایا جاتا ہے۔ماہر نے دریتیم پر اتنی محنت وجستجو سے کام نہیں لیا جتنا ایک تاریخی ناول تقاضا کرتا ہے۔''۵۲؎

دریتیم میں مصنف کا ایک اہم کمال حسن بیان ہے۔حسن بیان کسی بھی افسانہ ناول یا کہانی کے بیان میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔سید وقار عظیم لکھتے ہیں:

''کہانی لکھنے کا ایسا انداز اور ایسا طریقہ جو سننے والے کو اپنی طرف کھینچے اور پھر کسی اور طرف نہ جانے دے اسی چیز کا نام حسن بیان ہے کہ جب کہانی کہنے والا اس سے کام لیتا ہے تو جو کوئی اس کہانی کو سنتا ہے اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور متوجہ ہو کر پھر کسی اور کی بات پر کان نہیں دھرتا۔ کہانی کی تاریخ اور داستان میں بے شمار کردار ایسے گزرے ہیں جو حسن بیان کے اس رمز کے شناسا تھے۔''۵۳؎

ماہرالقادری بھی اس رمز کے شناسا، ذات رسالت مآبﷺ کے مقام ومرتبہ سے پوری طرح آگاہ اور سیرت نگاری کے بیان کے تقاضوں سے پوری طرح آشنا تھے۔اس لیے انھوں نے ابتدائی فقرے سے آخری جملے تک لوازمات سیرت نگاری کو نبھاتے ہوئے حسن بیان کا رشتہ کہیں بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور ایسے دل نشیں، مؤثر، لطیف اور نازک پیرائے اختیار کیے ہیں کہ قاری کی نبی اکرمﷺ کی ذات، پیغام اور جدوجہد سے عقیدت و محبت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔مثلاً ''وحی کا نزول'' کے تحت لکھتے ہیں:

''جبریل تھے۔خدا کا کلام تھا۔تجلیاں تھیں۔محمد عربی تھے۔اور غار حرا تھا۔ہم تو بس اتنا ہی کہہ سکتے ہیں۔جو بات ہمارے قلب پر نہیں گزری، جس منظر کو ہم نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا اس کی تشریح

آخر کس طرح ممکن ہے۔وحی الٰہی کی کیفیت مہبط وحی کے سوا اور کون بتا سکتا ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں لفظ کام نہیں دیتے۔شرح و بیان کا جس جگہ دم گھٹنے لگتا ہے۔زبان گنگ ہو جاتی ہے اور قلم کانپ کانپ جاتا ہے۔''۵۴

نبی اکرمﷺ نے کعبہ میں داخل ہو کر بتوں کو گرایا تو یہاں مصنف کے قلم کی روانی ملاحظہ کیجیے۔لکھتے ہیں:

''بت ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گرنے لگے،جن کے روبرو صدیوں قریش کی پیشانیاں خم ہوئی تھیں آج وہ خود زمین بوس بلکہ پامال ہو رہے تھے۔اس منظر کو دیکھ کر حجر اسود مسکرا مسکرا دیا۔سیراب (میزاب) رحمت کی خوشی کے مارے باچھیں کھل گئیں اور حطیم مسرت کے اثر سے جھومنے لگا۔''۵۵

مصنف کا زور قلم اور حسن بیان ہے کہ حجر اسود، میزاب اور حطیم وغیرہ کی انسانی جذبات واحساسات کے تحت کیفیات بیان کی گئی ہیں جو مصنف کے زبان و بیان پر ملکہ وقدرت رکھنے کا واضح ثبوت ہے۔فتح مکہ کے موقع پر جب آپﷺ نے ''لاتثریب علیکم الیوم''۵۶ فرما کر سب دشمنان اسلام کو معاف فرما دیا تو ماہر القادری نے اسے کچھ یوں بیان کیا:''بس یوں سمجھو کہ قاتلوں کو پھانسی کے تختے پر چڑھا کر اتار دیا گیا،تلواریں گردن کے قریب لا کر روک دی گئیں،موت کا فرشتہ حلقوموں کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا چکا تھا کہ اسے تھما دیا گیا۔''۵۷

غزوہ حنین کے موقع پر جب مسلمانوں پر سخت وقت آیا تو نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

مولانا ماہر القادری نے حضورﷺ کے اس کلام کی خوبصورت توجیہ کرتے ہوئے لکھا کہ''حضور کے اس ارشاد گرامی کا مفہوم یہ تھا کہ فوجوں، جماعتوں اور لشکروں کی ہار جیت کا میری نبوت کی سچائی پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔میری ذات اپنی جگہ صداقت کا معیار ہے۔''۵۸

ناول کے اختتام پر ماہر القادری نے''زندہ پیام''میں نبی کریمﷺ کے پیغام کی ابدیت وآفاقیت کو بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ محمد رسول اللہﷺ کے پیام اور اسوۂ حیات کو زوال وفنا سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور یہ آج بھی اتنا ہی لائق تقلید اور قابل عمل ہے جس طرح آپﷺ کی زندگی میں تھا۔محمدﷺ اور ان کے پیام کی مخالفت درحقیقت خدا کے مقابلے میں دعوت مبارزت اور اعلان جنگ ہے۔۵۹

مجموعی طور پر دریتیم ایک انتہائی عمدہ ادبی کاوش ہے۔زبان کی شیرینی، لہجے کی دل نشینی، خیال کی رنگینی،مقصدیت کی ہم نشینی اور جذبے کے سوز وگداز کو اکٹھا کر کے کوئی تحریر وجود میں آئے تو اسے دریتیم کہتے ہیں۔اگرچہ ناول نگار نے بعض مقامات پر ناول کی تکنیک سے اعراض کیا ہے جو کہ حقیقتاً اس ناول کا تقاضا بھی

ہے کیونکہ ذات پیغمبرﷺ سب سے جدا اور منفرد ہے اس لیے اس کے بیان کا انداز بھی روایتی ناول کیانداز سے ہٹ کر جداگانہ ہونا چاہیے تھا، جوکہ دریتیم میں ہے۔

(iv) ننھے حضور: احسان بی اے

ننھے حضور احسان بی اے کی ناول کے پیرائے میں لکھی گئی کتاب سیرت ہے۔ یہ کتاب نبی کریمﷺ کی ولادت سے محض آپﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی وفات تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔اسی لیے مصنف نے اس کا نام ننھے حضور رکھا ہے۔کتاب (ناول) کا باقاعدہ آغاز حضورﷺ کی پیدائش سے قبل جناب عبداللہ بن عبد المطلب کے شام کی طرف اس سفر تجارت سے ہوتا ہے جس سے آپ کو لوٹنا نصیب نہ ہوا اور محمدﷺ کے مقدر میں یتیم پیدا ہونا لکھ دیا گیا۔جبکہ ناول کا اختتام حضرت آمنہ بنت وہب کی یثرب سے واپسی اور سفر میں ہی انتقال پر ہوتا ہے۔

آغاز کتاب میں ناول نگار نے ''بلا اعتذار'' کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے وہ مصنف کے اسلوب اور جذبات واحساسات کو سمجھنے کے حوالہ سے اہم اور بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔مصنف کے بہ قول وہ ایک ناول نویس کی قوت متخیلہ کے سہارے دربار نبوت میں باریاب ہونے کی سعادت سے بہرہ ور ہوا ہے۔اگر چہ تاریخ کی کتابوں اور مآخذ سے رہنمائی ونشاندہی کے تمام فرائض بھی بہ حسن وخوبی سرانجام دیے گئے ہیں لیکن خدا کی طرف سے عطا کردہ قوت متخیلہ کی یہ دولت مصنف ان سرحدوں کو چھو لینے کا دعوے دار ہے جہاں بقول موصوف ان علوم کو بار نہیں مل سکتا۔''بلا اعتذار'' سے کچھ جملے ملاحظہ کیجیے:

(۱) میں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰﷺ کے حضور میں حاضر ہوں۔

(۲) میں طویل لمحوں تک آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کے مکہ اور یثرب کے کوچہ و بازار میں گھوما ہوں۔

(۳) میں نے سردار عبدالمطلبؓ کی محبت اور اس محبت میں کھوئی ہوئی پریشانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

(۴) میں نے برکہ (حضرت آمنہ کی کنیز) بن کر محمدﷺ کو اپنے سینے سے لگایا ہے۔

(۵) میں نے مائی حلیمہ کا سایہ بن کر محمدﷺ کو پاؤں پاؤں چلتے دیکھا ہے ان توتلی باتوں کو سن سن کر گھنٹوں جھوما ہوں جو بادیہ بنوسعد کے خیموں میں گونجی ہوں گی۔

(۶) میں نے مائی حلیمہ کے خاوند حرث کا کندھا بن کر اس مقدس بوجھ کو اپنے اس گنہگار جسم پر محسوس کیا ہے۔

(۷) میں نے محمدﷺ کے بچپن کو ہر رنگ اور ہر انداز میں دیکھا ہے اس کے ہر پہلو سے شدید جذباتی محبت کی ہے اور یہی محبت میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے اور آج میں قوم کے دربار میں حاضر ہوا ہوں تاکہ اس سرمائے میں آپ سب کو شریک کرلوں۔۶۰

مصنف نے اگر چہ دعویٰ کیا ہے کہ واقعات کو بیان کرنے کی تکنیک ناول کی ہونے کے باوجود اوراق کا یہ

مجموعہ ناول نہیں لیکن یہ دعویٰ کسی طور درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا کتاب کا مجموعی اسلوب پوری طرح سے ناول کی عکاسی کرتا ہےاور پھر جس قوت متخیلہ کا مصنف نے بار بار ذکر کیا ہےاس کا تعلق ایک ناول اور ناول نگار سے ہی ہوسکتا ہے۔علاوہ ازیں موصوف نے خود لکھا ہے کہ:''مجھ گنہگار کے پاس لے دے کر ایک ہی سرمایہ ہےاور وہ محمدﷺ کی ذات قدسی سے محبت ہے۔میں نے اس محبت کو ناول نگار کی قوت متخیلہ کی کمک پہنچائی ہے۔''۶۱؎

اس ناول کے بنیادی موضوعات نبی کریمﷺ کی پیدائش،اسم گرامی محمدﷺ کی انفرادیت،حضرت عبد المطلب کی پوتے کے لیے والہانہ محبت،حضرت آمنہ بنت وہب کی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ساتھ ان کی زندگی اور بعد از موت جذباتی وابستگی اور ان کی جدائی میں گزرنے والے ماہ وسال کی سرگزشت،حضرت حلیمہ کا رضاعت کے لیے ننھے حضور کو گود لینا اور ان کے گھر وقبیلہ میں برکتوں کا ظہور اور برکہ کی حضورﷺ سے والہانہ محبت وغیرہ ہیں۔علاوہ ازیں عام بچوں سے ہٹ کر بچپن میں نبی کریمﷺ کی ذات مبارکہ میں ظاہر ہونے والے خصائص وامتیازات وغیرہ بھی بیان کیے گئے ہیں۔نیز مکہ کی معاشرت،قبائلی نظام کے خدوخال،قریش کی مختلف شاخوں اور ان کے باہمی تعلقات (خصوصاً بنو ہاشم اور بنو امیہ کی باہمی چپقلش اور کشمکش)۶۲؎ اصنام عرب اور ان کی تاریخ، مختلف بتوں کے ساتھ اہل عرب کی عقیدت ومحبت، یثرب کا جغرافیہ اور اردگرد کے علاقوں میں یہودیوں کی آبادکاری، اہل یثرب اور یہودیوں کے تعلقات کی نوعیت، یہودیوں کی اقتصادی برتری اور ان کی طرف سیاہل یثرب کے معاشی استحصال کو بھی ناول میں عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر ناول میں دلچسپی کے تمام عناصر موجود ہیں۔مصنف کا انداز تحریر بہت دلکش،رواں اور ادبیانہ پہلو لیے ہوئے ہے جو قاری کو ہمہ وقت اپنی طرف متوجہ رکھتا ہےاور قاری پر ایک جذباتی کیفیت طاری رہتی ہے۔واقعات کے بیان اور تفسیر میں ایک ناول نگار اپنے تخیل کی پروان کو جس آخری حد تک لے جا سکتا ہے موصوف ناول نگار نے اس آخری حد کو چھونے کی کوشش ضرور کی ہے یہی وجہ ہے کہ قوت متخیلہ کے حد سے زیادہ استعمال اور عالم جذب ومستی میں لکھی ہوئی اس تحریر میں بعض خیالات وتصورات اور مکالمات و جملے ایسے لکھ دیے گئے ہیں جو اجنبی، غیر مانوس اور حقیقت سے خاصے دور دکھائی دیتے ہیں مثلاً ننھے حضور کا کنکروں سے ایک ایسا مینار بنانے کی خواہش و کوشش''جس پر چڑھ کر ہر آدمی۔خواہ وہ کوئی بھی ہو۔بدو ہو یا شہری،عربی ہو یا شامی،مکی ہو یا یثربی،امیر ہو یا غریب،سردار ہو یا معمولی آدمی۔کوئی بھی ہو اس مینار پر آ جائے اور بلا واسطہ اس ذات سے ہم کلام ہو سکے جس کو اللہ کہا جاتا ہے۔''۶۳؎ اسی طرح کے دیگر واقعات اور تصورات بھی ملتے ہیں جن کو ناول نویس کی عقیدت ومحبت کا اظہار اور ناول نویسی کے تقاضے تو کہا جا سکتا ہے لیکن تاریخ وسیر کی مستند کتابوں میں اگر تلاش کرنا چاہیں تو یقیناً مایوسی ہوگی۔مجموعی طور پر تو اس کتاب کو ایک اچھا ناول قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اگر ادب سیرت کے تناظر میں دیکھا جائے اور ذات رسالت مآبﷺ سے اس کی نسبت کو پیش نظر رکھا جائے تو اس کتاب کو سیرتی ادب میں خوش دلی کے ساتھ یقیناً قبول نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ ناول نگار نے اپنے تخیل کی اڑان و پرواز کو احتیاط کے ساتھ نہیں برتا۔اگرچہ آغاز

کتاب میں مصنف نے خود اعتراف کیا ہے کہ:

''محبت میں حماقتیں ہو ہی جاتی ہیں۔ گستاخیاں بھی بعید از قیاس نہیں۔ مجھ سے بھی ممکن ہے محبت کی بے شعوری میں کچھ حماقتیں سرزد ہو گئی ہوں۔ میں تہہ دل سے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتا اور سرکار مدینہ ﷺ سے ان کوتاہیوں کی معافی چاہتا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا کے لیے رحمت بن کر آنے والے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہے اور میری ہر کوتاہی ہر تقصیر معاف کر دی گئی ہے۔''۶۴

بہر حال ناول کے پیرائے میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت وعقیدت کا عمدہ اظہار ہے۔ اس ناول کی فنی واستنادی حیثیت پر تو بحث کی جا سکتی ہے لیکن مصنف کے حسن نیت کا اعتراف نہ کرنا زیادتی ہوگی۔

(IV) نتائج بحث و تجزیہ:

(ا)　ناول اور سیرت کے امتزاج کا تصور جب ذہن میں آتا ہے تو پہلا تاثر یہ ابھرتا ہے کہ کہاں افسانوی کرداروں اور تخیلات پر مبنی ناول اور کہاں حقائق پر مبنی مقدس سیرت پیغمبر ﷺ۔ عام طور پر اس طرز کی سیرت نگاری یعنی ناول کے پیرائے میں حالات پیغمبر ﷺ کو پسندیدگی اور استحسان کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔ اگر فنی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو ''ناول کی جگہ وہاں ہوتی ہے جہاں تاریخ کے صفحے سادے ہیں امتداد زمانہ کی وجہ سے جن واقعات کے نقوش مٹ گئے ہیں یا جو شخصیتیں دھندلی پڑ گئی ہیں انھیں ناول اجاگر کر کے پیش کر سکتا ہے۔ لیکن جہاں تاریخ کا آفتاب عالم خود نصف النہار پر چمک رہا ہو، ناول کی شمع جلانا آپ اپنا مضحکہ کرانا ہے۔''۶۵ علی احمد فاطمی نے جویائے حق پر تبصرہ کرتے ہوئے بالکل درست لکھا ہے کہ ''مقدس مذہبی موضوعات کو ناول جیسے دلکش اور نازک صنف میں پیوست کرنا باریک امر ہوتا ہے جن میں ناول نگار عام طور پر جذباتی ہو جاتا ہے کیونکہ قدم قدم پر ادب و احترام کی دیواریں کھڑی ہوتی ہیں۔''۶۶

ناول نگاری اگرچہ ناقدین کی نظر اور آراء میں صداقت کی زنجیروں سے مقید نہیں لیکن مقدس شخصیات کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ ان مقدس شخصیات کے حوالہ سے ناول نگاری بہر حال حقیقت وصداقت کی حدود سے تجاوز نہیں کر سکتی اور نہ ہی ناول نگار کو ایسا کرنا چاہیے ورنہ تاریخی اور مذہبی سچائیوں کو ٹھیس پہنچے گی اور عقیدت مندوں کے احساسات اور جذبات بھی ایسے تصرف سے مجروح ہوں گے۔ مقدس تاریخی شخصیات پر ناول بہر طور ایسی حقیقت نگاری کا متقاضی ہے جس میں ان کے مقام ومرتبہ کو ٹھیک ٹھیک بیان کیا گیا ہو۔ نہ تو ان کا مرتبہ کسی پہلو سے گھٹا کر دکھایا جائے اور نہ ان کو ایسے اساطیری کردار کے روپ میں پیش کیا جائے کہ جس پر حقیقت کا اطلاق ممکن نہ ہو۔ ڈاکٹر انور سدید نے عبدالحلیم شرر پر ان کی مجموعی ناول نگاری کے تناظر میں یہ الزام دھرا ہے کہ انھوں نے تاریخ کو

ناول کے گرد پوش میں لپیٹ دیا اور حقیقی کرداروں پر بھی اساطیری کرداروں کا گمان ہونے لگا۔ ۶۷؎ سرسید نے تو تاریخ اور ناول کے تعلق کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے لکھا ہے کہ ’’ہر فن کے لیے زبان کا طرز بیان جداگانہ ہے تاریخ کی کتابوں میں ناول (قصہ) اور ناول میں تاریخانہ طرز کو کیسی ہی فصاحت و بلاغت سے برتا گیا ہو دونوں کو برباد کر دیتا ہے۔‘‘ ۶۸؎ لیکن اگر ان چاروں ناولوں کو مدنظر رکھ کر مجموعی طور پر کوئی رائے قائم کی جائے تو یہ تاثر ابھرتا ہے کہ ان ناول نگاروں (خصوصاً عبدالحلیم شرر، ماہرالقادری اور صادق حسین سردھنوی) نے مذکورہ ناولوں میں اپنے دیگر ناولوں سے ہٹ کر اسلوب اختیار کیا ہے اور عقیدت و محبت اور سیرت کی حساسیت کو مدنظر رکھ کر پھونک پھونک کر قدم رکھا ہے ۶۹؎ لیکن اس کے باوجود بھی تنقید و اعتراضات کی گنجائش بہرحال نکلتی ہے۔

(۲) جویائے حق میں مولانا عبدالحلیم شرر نے حضرت سلمان فارسیؓ کے حالات زندگی اور ان کی حق کی جستجو کے بیان میں درحقیقت حالات پیغمبر ﷺ بیان کیے ہیں آپ ﷺ کی سیرت کا بیان اس ناول میں ہمارے سامنے زیادہ تر حضرت سلمان فارسیؓ کی زبانی ہے۔ شاید اس کی وجہ بھی ذات رسالت مآب ﷺ کا تقدس و احترام اور آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ جڑی ہوئی حساسیت ہے۔ علاوہ ازیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شرر نے حضور ﷺ کی سیرت کو حضرت سلمان فارسی کی زبان سے بیان کرنے میں اپنے لیے زیادہ گنجائش اور وسعت محسوس کی اس لیے حضرت سلمان فارسی کے حالات اور جستجوِ حق سے ناول کا آغاز کیا۔

(۳) جویائے حق، دریتیم اور آفتاب عالم میں بیان کردہ واقعات سیرت مستند کتب تواریخ و سیرت کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔

(۴) ناول کے اسلوب کی رعایت جویائے حق اور دریتیم میں اپنے عروج پر ہے لیکن تخیل کی پرواز اور ناول کے فنی تقاضوں کو اس قدر آزادی سے استعمال نہیں کیا گیا جس طرح کہ ننھے حضور میں ناول نگار نے کیا ہے۔ جہاں تک آفتاب عالم از صادق حسین سردھنوی کا معاملہ ہے، تو اس میں تاریخیت پوری طرح غالب ہے اور ناول کا گمان و تاثر محض جمیلہ کے کردار سے کہیں کہیں ابھرتا ہے البتہ سیرت کے دیگر واقعات مستند کتب سے نقل کیے گئے ہیں۔

(۵) تمام ناول نگار حضرات پر تحریر کی حد تک تو روحانیت کا غلبہ نظر آتا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ ناول ایک ایسی ہستی کے گرد گھومتے ہیں جو سراپا روحانیت بلکہ بنیاد روحانیت ہے۔

(۶) مذکورہ بالا تمام ناول مقصدی ناول کی قسم سے ہیں اگر دیکھا جائے تو تمام ناول نگار اس میں کسی حد تک کامیاب نظر آتے ہیں۔

(۷) ادب خصوصاً تاریخی ناول کے ذریعے حالاتِ پیغمبر کو بیان کرنے، اسوۂ حسنہ کو اجاگر کرنے اور مسلمانوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کی گئی ہے اور اس ضمن میں ناول نگار یورپین تکنیک سے متاثر نظر آتے ہیں جہاں ادب اور زندگی میں رشتہ و تعلق پیدا کر کے مسائل کو اجاگر اور حل کرنے کی کامیاب سعی کی جا چکی تھی۔

(۸) مولانا عبدالحلیم شرر، ماھرالقادری اور مولانا صادق حسین صدیقی سردھنوی ایسے حضرات تھے جو محض ناول نگار نہیں تھے بلکہ اسلامی مذہبیات کے ماہر بھی تھے۔ان ناولوں کے علاوہ ان کی دیگر تحریرات ان کے مستند عالم ہونے کی شاہد ہیں اس لیے ان حضرات کی بیان کردہ سیرت بہ طرزِ ناول خاص اہمیت کی حامل ہے۔

(۹) منظر نگاری ناول کا ایک اہم حصہ ہے چاروں ناولوں میں منظر نگاری کا اسلوب بھرپور انداز میں ملتا ہے بلکہ عبدالحلیم شرر، ماہرالقادری، صادق حسین اور احسان بی اے نے اپنے اپنے ناول کا آغاز ہی منظر کشی سے کیا ہے یہ سلسلہ سیرت کے تمام وقائع کے بیان میں ساتھ ساتھ چلتا ہے جو قاری کے ادبی ذوق کی تسکین کرتا ہے اور واقعات سیرت کو مختلف انداز میں دیکھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

(۱۰) ناول نگاروں، خصوصاً عبدالحلیم شرر اور ماہرالقادری، کے ناولوں میں تشبیہات و استعارات، بدائع وصنائع، محاورات اور اشعار وغیرہ کا عمدہ اور برمحل استعمال کیا گیا ہے نیز عربی و فارسی کی تراکیب کا استعمال قاری کے لطف و دلچسپی میں اضافہ کرتا ہے۔

(۱۱) ان ناولوں کے مصنفین پر دوران مطالعہ واعظین اور ناصح ہونے کا گمان بھی گزرتا ہے کیونکہ تاریخیت کے بیان میں اچانک ایک واعظ یا ناصح جاگ اٹھتا ہے جو تاریخی واقعہ کو بھول کر ایک دم وعظ و نصیحت شروع کر دیتا ہے۔اگرچہ ناول کے ناقدین کے ہاں اس امر کو معیوب اور ناول کی کمزوری گردانا جاتا ہے۔

(۱۲) تاریخی ناول نگاری اس بات کا تقاضا بھی کرتی ہے کہ ناول نگار متعلقہ عہد کے عقائد و رسوم، سیاسی واقتصادی، معاشرتی وتہذیبی، جغرافیائی وتمدنی حالات سے پوری طرح واقف ہو۔ان ناولوں میں ناول نگاری کے اس پہلو پر بھی خاصی توجہ دی گئی ہے خصوصاً عبدالحلیم شرر کے ہاں یہ اسلوب بہت واضح ہے۔

(۱۳) اچھی ناول نگاری کے لیے ضروری ہے کہ ناول نگار متعلقہ عہد سے جذباتی لگاؤ اور فکری تعلق رکھتا ہو۔متعارف کردہ چاروں ناول نگار حضرات کے ہاں یہ پہلو شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ان حضرات کی تحریریں شہادت دیتی ہیں کہ ان کو عہد رسالت اور ذات رسالت مآب ﷺ سے گہری محبت وعقیدت اور جذباتی لگاؤ تھا۔

(۱۴) جزئیات نگاری تاریخی ناول کا ایک اہم عنصر سمجھی جاتی ہے۔خصوصاً جویائے حق اور آفتاب عالم میں یہ پہلو بہت نمایاں ہے۔دونوں حضرات نے ایسی تفصیلات بھی دی ہیں جو روایتی کتب سیرت میں بھی مفقود ہیں۔

(۱۵) چاروں مصنفین نے کوشش کی ہے کہ ناول نگاری کے فنی تقاضوں کو بھی حتی الوسع مدنظر رکھیں۔ چونکہ ان حضرات کے ناول نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے متعلق تھے تو اس لیے ممکن نہ تھا کہ ناول نگاری کے تمام تر روایتی فنی تقاضوں کو آزادانہ استعمال کیا جاتا۔ادب اور احترام نے جس حد تک وسعت و گنجائش پیدا کی فنی تقاضوں کا خیال رکھا گیا ہے۔

(۱۶) ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے متحدہ ہندوستان کے اہل علم و دانش کو مختلف انداز میں سوچنے پر مجبور کیا۔ادب اسلامی کے فروغ کی تحریک اسی سوچ کا نتیجہ ہے لہٰذا ادب کی مختلف اصناف کے ذریعہ اسلامی فکر و خیال کی ترویج و اشاعت کی سعی کی گئی۔ برصغیر میں سیرت نگاری بہ طرزِ ناول بھی اسی تحریک کا نتیجہ قرار دی جا سکتی ہے۔

(۱۷) ناول اور تاریخ کا امتزاج یہ سوال بھی اٹھاتا ہے کہ کیا ناول کے پیرائے میں بیان کی گئی تاریخ اور سیرت مستند تصور کی جائے گی یا نہیں۔کیونکہ جس تاریخ کو تخیل کے مدارج و منازل سے گزارا جائے تو اس میں واقعات و حقائق کسی نہ کسی طور متاثر ضرور ہوتے ہیں۔اس سوال کی گنجائش ان ناولوں کے حوالہ سے بھی موجود ہے۔

(۱۸) اسلامی تاریخ، اسلامی شخصیات، اسلامی عہد کے مختلف ادوار پر بیسیوں لوگوں نے سینکڑوں ناول لکھے ہیں جن کو بہت پذیرائی بھی ملی لیکن پیغمبر ﷺ کے ساتھ لوگوں کا تعلق اور وابستگی مختلف انداز کی ہے۔اس لیے پیغمبر ﷺ کے حالات زندگی کو ناول کے انداز میں بیان کرنے کی نہ تو زیادہ کوشش کی گئی ہے اور نہ ہی اس اسلوب کو زیادہ سراہا گیا ہے۔پیغمبروں کی ذات مبارکہ کے حوالہ سے جتنے بھی ڈرامے یا فلمیں بنائی گئی ہیں وہ بھی متنازع ہی ٹھہریں کیونکہ اس سے لوگوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔سیرت بہ طرزِ ناول ایک منفرد اسلوب سیرت نگاری ضرور ہے لیکن اگر احتیاط کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اس انداز سیرت نگاری (اس کے تمام فوائد کے ہوتے ہوئے بھی) سے اجتناب کیا جائے تو بہتر ہے۔

(۱۹) ناقدین ناول نے تاریخی ناول نگاری میں رومانیت یا رومانوی کردار کی اس حد تک اجازت دی ہے کہ حقائق متاثر نہ ہوں۔لیکن ناول کا تعلق اگر مقدس شخصیات خصوصاً پیغمبر ﷺ کی ذات مبارکہ سے ہو تو ایسے کردار کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔مذکورہ چاروں ناولوں میں سے آفتاب عالم میں صادق حسین سردھنوی نے جمیلہ کی صورت میں ایک رومانوی کردار (جس کا رسالت مآب ﷺ کے عہد سے تو تعلق ہے لیکن آپ ﷺ کی ذات سے کوئی تعلق نہیں) کو ناول کا حصہ بنایا ہے اور مذکورہ کردار کے حسن و جمال کے تذکروں کے ساتھ ساتھ اس کے فراق میں در بدر بھٹکنے اور اس کو پانے کی خواہش رکھنے والوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جو اس قسم کے ناول میں کچھ اجنبی اور غیر متعلقہ سا محسوس ہوتا ہے کیونکہ قاری اور خصوصاً مسلم قاری جن جذبات و احساسات کے ساتھ ایسی تحریر کو پڑھتا ہے وہاں ایسے کسی کردار کی موجودگی ان کے جذبات کو مجروح کرتی ہے۔[۷۰] اگر مصنف (اگرچہ حقیقت میں یہ کردار موجود بھی تھا تو پھر بھی) اس کردار کا تذکرہ آفتاب عالم میں نہ کرتا تو بہتر تھا۔زیر تبصرہ ناولوں میں ایسے کردار ناقدین کے لیے نقد اور اعتراضات کا جواز پیدا کرتے اور ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں۔

(۲۰) ناول کے پیرائے میں سیرت نگاری اور اس کا مفصل تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ ایک ایسے محقق کا متلاشی و متقاضی ہے جو ایک طرف ناول کی تکنیک سے واقفیت رکھتا ہو اور دوسری طرف سیرت کی حساسیت، سیرت نگاری کے آداب و لوازم اور تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہو۔

(۲۱) سیرت نگاری بہ طرزِ ناول کا ایک گوشہ وہ کتابیں بھی ہیں جن میں صحابہ کرامؓ خصوصاً فاتحین صحابہ کے سوانح اور فتوحات کا ذکر کیا گیا ہے۔ایسے تذکروں میں نبی کریمﷺ کی سیرت مبارکہ بھی ناول کا حصہ ہے جس پر تحقیق الگ مقالہ کی متقاضی ہے۔مقالہ ہٰذا میں صرف ان ناولوں کو شامل کیا گیا ہے جو مستقل طور پر سیرت النبی؟ کو بیان کرتے ہیں۔علاوہ ازیں بچوں کے لیے کہانی کی صورت میں بیان کیے گئے وقائع سیرت کو بھی کسی سطح پر موضوع تحقیق بنایا جاسکتا ہے۔

حواشی

۱۔ فاروقی،محمد احسن،ناول کیا ہے ؟(لاہور: درد اکادمی،۱۹۶۴ء)ص۱۴۴۔۱۴۳

۲۔ یوسف سرمست،بیسویں صدی میں اردو ناول (نئی دھلی: ترقی اردو بیورو،۱۹۹۵ء)ص۴۷

۳۔ فاروقی،محمد احسن،ناول کیا ہے ؟،ص۱۴۲

۴۔ دلگداز،جولائی ۱۹۱۰ء ص۱۳۔۱۲ بحوالہ،فاطمی،علی احمد،عبدالحلیم شرر بہ حیثیت ناول نگار،(لکھنو: نصرت پبلشرز،۱۹۸۶ء)ص۳۹۸

۵۔ اردو ناول کی موضوعاتی تشکیل،ناولوں میں نظریات وتحریکات کی اثر آفرینی،عشق کی ہمہ گیر معنویت، کردار اور وضع کردار کے لوازمات،ناول میں پلاٹ کے متعلقات،اجزائے ترکیبی وتشکیلی لوازمات اور مکالمہ نگاری وغیرہ کے اسالیب کے لیے دیکھیے: مجید بیدار،ڈاکٹر،ناول اور متعلقات ناول، حیدرآباد:۱۹۸۹ء،ص۱۶۲

۶۔ والٹر سکاٹ (۱۷۷۱ء۔۱۸۳۲ء) سکاٹش ناول نگار،شاعر،مؤرخ اور سوانح نگار تھے جو کہ تاریخی ناول کے موجد گردانے جاتے ہیں۔انھوں نے بہت سے تاریخی ناول لکھے۔

۷۔ فاروقی،محمد احسن،ناول کیا ہے ؟،ص۱۰۰

۸۔ روایتی سیرت نگاری میں ادبیت کا سلوب اور ادبی چاشنی بھی نظر آتی ہے سید عزیز الرحمٰن نے تعمیر افکار کی اشاعت خاص بہ عنوان ''سیرت پارے'' میں ساٹھ (۶۰) کے قریب مسلمان سیرت نگاروں کے ایسے اقتباسات جمع کیے ہیں جن میں ادبی چاشنی وجدت کو اہمیت دی گئی ہے۔ادب کا ذوق رکھنے والوں کے لیے یہ مجموعہ تسکین ذوق کا باعث ہے: دیکھیے: تعمیر افکار کراچی مسلسل شمارہ ۹۸۔جلد۱۱۔شمارہ۳۔ربیع الاول، ۱۴۱۳ھ/ مارچ ۲۰۱۰ء،ص۹۳

۹۔ غازی،محمود احمد، محاضرات سیرت،(لاہور: الفیصل ناشران،۲۰۰۷ء)ص۲۰۵

۱۰۔ صحافی،مضمون نگار،معلم اور تاریخ دان مولانا عبدالحلیم شرر کے تفصیلی حالات زندگی،تصانیف اور خصوصاً بہ حیثیت ناول نگار کے لیے دیکھیے:

(i) ممتاز منگلوری،ڈاکٹر، شرر کے تاریخی ناول اور ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

(لاہور: مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۸ء)ص ۸۔۱

(ii) فاطمی، علی احمد، ڈاکٹر، عبدالحلیم شرر بہ حیثیت ناول نگار، ص۱۷۸۔۱۲۹

(iii) جعفر رضا، عبدالحلیم شرر۔ حیات اور کارنامے (لاہور: پروگریسو بکس، ۱۹۸۹ء) ص ۹۔۱۴۲

(iv) شریف احمد، ڈاکٹر، عبدالحلیم شرر۔ شخصیت اور فن، (دہلی: گوہر پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء) ص ۸۶۔۲۷

(v) تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند(۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۴ء) (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء) ۱۷۲/۴۔۱۸۲

(vi) سکسینہ، رام بابو، تاریخ ادب اردو، مترجم، مرزا محمد عسکری، (لکھنؤ: مطبع نولکشول، س ن) ص ۱۳۷۔۱۲۶

11. Saksena, Ram Babu, *A history of Urdu literature,*(Allahabad:Ra Narain Lal, Publishers and Book sellers,1940)p341

۱۲۔ وقار عظیم، سید، داستان سے افسانے تک، ص ۶۸

۱۳۔ مولانا کے تاریخی اور معاشرتی ناولوں کی تعداد کے بارے میں محققین کے اختلافات اور ناولوں کے ناموں کے لیے دیکھیے: سید وقار عظیم، عبدالحلیم شرر، مشمولہ، تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند، ۱۸۲/۴۔۱۸۲

۱۴۔ منگلوری، ممتاز احمد، شرر کے تاریخی ناول، ص ۸۔۷

۱۵۔ ناول جویائے حق اور حضرت سلمان فارسیؓ کی سوانح پر مطبوعہ مستند کتب یا کتب رجال میں موجود ان کے سوانحی حالات کے ساتھ ایم فل کی سطح پر ایک تقابلی مطالعہ کیا جا سکتا ہے اور جویائے حق کی روایات و واقعات کی تخریج اور استنادی حیثیت کو زیرِ بحث لایا جا سکتا ہے۔

۱۶۔ ڈاکٹر ممتاز منگلوری نے ''شرر کے تاریخی ناول ''میں اس حوالہ سے بہت عمدہ کام کیا ہے انھوں نے انتشار مضامین کو یک جا کر کے لکھ دیا ہے مثلاً حضرت سلمان فارسیؓ کے احوال و واقعات، رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ اور عربوں کے عقائد اور معاشرتی حالات سے متعلق بکھرے بیانات کو مقام واحد پہ خلاصہ کی صورت بیان کر دیا ہے جس سے قاری کے لیے بڑی سہولت پیدا ہوگئی ہے نیز روایات کے مآخذ اور صحت و استناد کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔ دیکھیے: منگلوری، ممتاز احمد، شرر کے تاریخی ناول، ص ۳۴۵۔۳۱۱

۱۷۔ پھلواری، جعفر شاہ، پیغمبر انسانیت، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۶ء)، مقدمہ از حسن مثنی ندوی، ص ۱۳

۱۸۔ منگلوری، ممتاز احمد، شرر کے تاریخی ناول، ص ۳۱۱

۱۹۔ عبدالحلیم شرر، جویائے حق، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء) ص ۳۷

۲۰۔ بحیرا راهب کا نائب اور ناول کا ایک انتہائی اہم کردار جو بعد ازاں قبول اسلام کی بدولت صحابیت کے درجہ پہ فائز ہوئے۔

۲۱۔ فاطمی، علی احمد، عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار، ص ۳۴۲

۲۲۔ شرر کے بارے میں ناقدین کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ انھوں نے اپنے تاریخی ناولوں میں، سوائے جویائے حق کے، تاریخی صداقتوں سے انحراف اور تصرف سے کام لیا ہے اور بعض شخصیات کو جس رنگ میں پیش کیا اس سے ان کی صورتیں مسخ ہو کر رہ گئی ہیں۔ دیکھیے: جعفر رضا، پروفیسر، عبدالحلیم شرر، حیات اور کارنامے، ص ۶۹۔۶۷

۲۳۔ فاطمی، علی احمد، عبدالحلیم شرربه حیثیت ناول نگار، ص ۴۰۲

۲۴۔ ایضاً، ص ۴۱۹

۲۵۔ ایضاً، ص ۳۹۹/ تاریخ ادبیات مسلمانان پاك و ہند (۴) ص ۱۷۷

۲۶۔ شرر بہ حیثیت سوانح نگار کے لیے دیکھیے: الطاف فاطمہ، اردو میں فن سوانح نگاری، سندھ، اردو اکیڈمی، ۱۹۶۱ء، ص ۱۸۸۔۱۸۴

۲۷۔ محمد شاکر، ڈاکٹر، اردو میں تاریخی ناول نگاری (آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد)، (مظفر پورہ: کتابستان، چندوارہ مظفر پورہ بہار۔ ۲۰۰۳ء)، ص ۷۸

۲۸۔ مولانا کے اہم ناولوں کے ناموں کے لیے دیکھیے: نزہت سمیع الزماں، ڈاکٹر، اردو ادب میں تاریخی ناول کا ارتقاء، مطبوعہ مقالہ پی ایچ ڈی لکھنو ۱۹۸۲ء، ص ۱۵۶/ سلام سندیلوی، ڈاکٹر، ادب کا تنقیدی مطالعہ، (لکھنو: نسیم بک ڈپو، ۱۹۷۲ء) ص ۲۱۱

۲۹۔ سلام سندیلوی، ڈاکٹر، ادب کا تنقیدی مطالعہ، ص ۲۱۰

۳۰۔ سردھنوی، صادق حسین، سنگدل ملکه، (لکھنو: نسیم بک ڈپو، ۱۹۷۸ء) ص ۳

۳۱۔ صدیقی، صادق حسین، سلطان فیروز شاہ تغلق، (دہلی: شاہد بک ڈپو ۱۹۹۴ء) ص ۹۔۸

۳۲۔ سردھنوی، صادق حسین، آفتاب عالم، (لکھنو: نسیم بک ڈپو ۱۹۸۱ء) ص ۱

۳۳۔ نبی کریم ﷺ کی ولادت کی رات کی طرف اشارہ ہے۔

۳۴۔ اس کاہن کے ہاتھ میں ایک انسانی کھوپڑی تھی اور وہ لوگوں سے اس کی طرف دیکھنے کا مطالبہ کر رہا تھا۔

۳۵۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت و بعثت کی طرف اشارہ ہے۔

۳۶۔ سردھنوی، صادق حسین، آفتاب عالم، ص ۱۳

۳۷۔ نزہت سمیع الزماں، ڈاکٹر، اردو ادب میں تاریخی ناول کا ارتقاء، ص ۱۶۰

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔　سردھنوی، آفتاب عالم،ص۵۷۳

۴۰۔　وقارعظیم،سید،داستان سے افسانے تک،ص۱۶۸

۴۱۔　نزہت سمیع الزماں،ڈاکٹر،اردو ادب میں تاریخی ناول کا ارتقاء،ص۱۶۱

۴۲۔　مولانا ماھرالقادری کے احوال و آثار،شخصیت کے مختلف گوشوں اورعلم و ادب میں ان کے خصائص و کمالات کے لیے دیکھیے : ماہنامہ فاران، کراچی، ماھرالقادری نمبر، دسمبر ۱۹۷۸ء، شمارہ۹، جلد۳۰، ص۴۱۶

۴۳۔　سلام اس پر کہ جس نے بےکسوں کی دستگیری کی۔سلام اس پرجس نے بادشاہی میں فقیری کی۔

۴۴۔　ماھرالقادری،دریتیم،(لاہور: گوشۂ ادب،۱۹۸۶ء)ص۴

۴۵۔　ایضاً

۴۶۔　ایضاً،ص۵۔۴

۴۷۔　ایضاً،ص۴

۴۸۔　ایضاً،ص۷

۴۹۔　انورمحمودخالد، اردو نثر میں سیرت رسول،(لاہور:اقبال اکادمی،۱۹۸۹ء)ص۴۰۳

۵۰۔　طالب ہاشمی،مولانا ماہرالقادری کا عشقِ رسول، ماہنامہ فاران کراچی،شمارہ:۹،جلد:۳۰،دسمبر۱۹۷۸ء، ص۳۲۵

۵۱۔　نثاراحمد، نقش سیرت،ص۷۷

۵۲۔　عبدالغنی فاروق، ماہر القادری، حیات اور ادبی کارنامے ،غیرمطبوعہ مقالہ پی ایچ ڈی، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور،ص۳۶۵۔۳۴۸/عبدالغنی فاروق کا یہ تبصرہ مختصراً نقطۂ نظر (انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز،اسلام آباد)،شمارہ۱۰۔اپریل،ستمبر۲۰۰۱ء(ص۱۹۔۱۶) میں بھی چھپا ہے۔

۵۳۔　وقارعظیم،سید، فن اور فن کار،(لاہور:اردومرکز،۱۹۶۶ء)ص۶۷۔۶۶

۵۴۔　ماہرالقادری،در یتیم،ص۹۹

۵۵۔　ایضاً،ص۲۸۶

۵۶۔　سورہ یوسف:۹۲

۵۷۔　ایضا،ص۲۸۷

۵۸۔　ایضا،ص۲۹۳

۵۹۔　ایضا،ص۳۲۵

۶۰۔　احسان بی اے، ننھے حضور،(لاہور: نگارشات،۲۰۰۳ء)ص۶۔۵

۶۱۔　ایضاً،ص۶

۶۲۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ ایک جسم دو باز و(عبدالمطب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی اور حرب بن عبدالشمس بن عبدمناف بن قصی) ہونے کے باوجود بھی باہمی برتری ثابت کرنے کے حوالے سے کسی بھی موقعہ پر بس چوکتے نہ تھے۔مصنف نے ایک بڑا دلچسپ واقعہ ذکر کیا ہے جس سے دونوں قبیلوں کی باہمی سبقت کی خواہش اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کا پتہ چلتا ہے مثلاً حرم کعبہ میں محض اس بات پر اختلاف اٹھ کھڑا ہوا کہ ذی القعدہ کا چاند پہلے کس نے دیکھا ہے۔اولاد ہاشم اور حلیف قبائل کا اس بات پر اصرار تھا کہ چاند پہلے عبدالمطلب نے دیکھا جبکہ ابن امیہ، اس کے ساتھیوں اور حلیف قبیلے اس بات پر بضد تھے کہ چاند پہلے حرب بن امیہ نے دیکھا ہے۔قریب تھا کہ اس مسئلہ پر تلواریں بے نیام ہو جاتیں عبد المطلب نے صورتحال کو بھانپتے ہوئے کہا کہ ہبل کے تیروں سے فال لی جائے گی اور اب چونکہ مکہ میں چاروں طرف اندھیرا پھیل چکا ہے اس لیے اب فال عکاظ کے میلہ کے بعد لی جائے گی یوں یہ معاملہ ٹل گیا۔ دیکھیے: ننھے حضور،ص۱۶۸۔۱۶۳

۶۳۔ احسان بی اے،ننھے حضور،ص۳۴۰

۶۴۔ ایضاً،ص۶

۶۵۔ حسینی،علی عباس، اردو ناول کی تاریخ اور تنقید،(علی گڑھ:ایجوکیشنل بک ہاؤس،۱۹۸۷ء) ص۲۳۲

۶۶۔ فاطمی،علی احمد، عبد الحلیم شرر به حیثیت ناول نگار،ص۴۱۹

۶۷۔ انور سدید،ڈاکٹر،اردو ادب کی تحریکیں،(کراچی:انجمن ترقی اردو، پاکستان،س ن)ص۳۳۴

۶۸۔ نسیم قریشی(مرتب)، علیگڑھ تحریك۔ آغاز تا امروز، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،(لکھنؤ:احباب پبلشرز،۱۹۶۰ء)ص۲۹۸

۶۹۔ کسی شخصیت کے ساتھ ناول میں عقیدت کا اظہار فنی اور تکنیکی سطح پر ناول کی ایک خامی و کمزوری سمجھا جاتا ہے لیکن ان ناولوں کا تعلق چوں کہ سیرت مبارکہ سے ہے اس لیے اس کو خامی کہنے کی بجائے مصنفین کی ناول نگاری کا حسن اور ایک اضافی خوبی سمجھا جائے تو بہتر ہے۔

۷۰۔ مصنف نے خاتون کے حسن و جمال اور اعضا کی ایسی تصویر کشی کی ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ناول محض حسن و عشق کی داستان بیان کرنے کے لیے لکھا گیا ہے۔

مآخذ

۱۔ احسان بی اے، ننھے حضور،لاہور: نگارشات،۲۰۰۳ء

۳۔ الطاف فاطمہ، اردو میں فن سوانح نگاری،سندھ،اردو اکیڈمی، ۱۹۶۱ء

۳۔ انورسدید،ڈاکٹر،اردو ادب کی تحریکیں،کراچی:انجمن ترقی اردو، پاکستان،س ن

۴۔ انورمحمودخالد، اردو نثر میں سیرت رسول،لاہور:اقبال اکادمی،۱۹۸۹ء

۵۔ پھلواری،جعفرشاہ، پیغمبر انسانیت،لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ،۲۰۰۶ء

۶۔ جعفررضا، عبدالحلیم شرر۔ حیات اور کارنامے،لاہور:پروگریسوبکس،۱۹۸۹ء

۷۔ حسینی،علی عباس، اردو ناول کی تاریخ اور تنقید،علی گڑھ:ایجوکیشنل بک ہاؤس،۱۹۸۷ء

۸۔ سردھنوی،صادق حسین،سنگدل ملکہ،لکھنو:نسیم بک ڈپو،۱۹۷۸ء

۹۔ سردھنوی،صادق حسین، آفتاب عالم،لکھنؤ:نسیم بک ڈپو۱۹۸۱ء

۱۰۔ سکسینہ،رام بابو،تاریخ ادب اردو،مترجم:مرزامحمدعسکری،لکھنؤ:مطبع نولکشول،س ن

۱۱۔ سلام سندیلوی،ڈاکٹر،ادب کا تنقیدی مطالعہ،لکھنو:نسیم بک ڈپو،۱۹۷۲ء

۱۲۔ شریف احمد،ڈاکٹر، عبدالحلیم شرر۔ شخصیت اور فن،دہلی:گوہرپبلی کیشنز،۱۹۸۹ء

۱۳۔ صدیقی،صادق حسین،سلطان فیروز شاہ تغلق،دہلی:شاہد بک ڈپو۱۹۹۴ء

۱۴۔ عبدالحلیم شرر،جویائے حق،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۳ء

۱۵۔ غازی،محموداحمد، محاضرات سیرت،لاہور:الفیصل ناشران،۲۰۰۷ء

۱۶۔ فاروقی،محمداحسن،ناول کیا ہے ؟،لاہور:دردا کادمی،۱۹۶۴ء

۱۷۔ فاطمی،علی احمد، عبدالحلیم شرر به حیثیت ناول نگار،لکھنو:نصرت پبلشرز،۱۹۸۶ء

۱۸۔ ماھرالقادری،دریتیم،لاہور:گوشۂ ادب،۱۹۸۶ء

۱۹۔ ممتازمنگلوری،ڈاکٹر، شرر کے تاریخی ناول اور ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ
لاہور:مکتبہ خیابان ادب،۱۹۷۸ء

۲۰۔ محمدشاکر،ڈاکٹر،اردو میں تاریخی ناول نگاری (آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد) ،مظفرپورہ:کتابستان،۲۰۰۳ء

۲۱۔ نزہت سمیع الزماں،ڈاکٹر،اردو ادب میں تاریخی ناول کا ارتقاء،ص۱۶۱

۲۲۔ نسیم قریشی(مرتب)، علیگڑھ تحریک۔ آغاز تا امروز، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،لکھنؤ:احباب پبلشرز،۱۹۶۰ء

۲۳۔ وقارعظیم،سید، فن اور فن کار،لاہور:اردومرکز،۱۹۶۶ء

۲۴۔ یوسف سرمست،بیسویں صدی میں اردو ناول،نئی دھلی:ترقی اردو بیورو،۱۹۹۵ء